ضمیمہ

احسان ۱۳۵۷ ہش
جون ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات کے موضوع پر لندن میں بین الاقوامی کانفرنس کی رُوداد

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کانفرنس کے مقالہ نگار

۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸

کانفرنس کے مقالہ نگار حضرات کا مختصر تعارف

۱- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سابق وزیر خارجہ حکومت پاکستان وصدر سترھویں جنرل اسمبلی، آپ بین الاقوامی عدالتِ انصاف ہیگ کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ انگریزی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کے علاوہ حدیث کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کا ترجمہ بھی آپ نے کیا ہے اس کے علاوہ بھی کئی کتب اور مقالہ جات کے مصنف ہیں۔

۲- جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔ آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے پوتے قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے بڑے فرزند ہیں حکومتِ پاکستان میں مشیر مالیات صدر پاکستان اور ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں آجکل ورلڈ بنک کے ڈائریکٹر ہیں۔

۳- جناب عبدالسلام میڈیسن۔ آپ ۱۹۲۸ء میں ڈنمارک میں پیدا ہوئے لوتھرن چرچ کے ایک پادری کے بیٹے ہیں کوپن ہیگن یونیورسٹی میں شعبہ دینیات میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۶ء میں جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ ڈینش زبان میں ترجمہ قرآن کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح بھی ڈینش زبان میں لکھی۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی مذہبی کتب کے مصنف ہیں۔

۴- جناب شیخ عبدالقادر صاحب محقق آف لاہور۔ عیسائیت کے متعلق انکشافات عصری پر متعدد کتب کے مصنف ہیں۔

۵- جناب پروفیسر فدا محمد حسنین ایم اے ایل ایل بی۔ ڈی۔ اے۔ ایچ۔ آپ کا تعلق سرینگر انڈیا سے ہے جاپان کی یونیورسٹیوں Mazoya, اور Meijo میں ہندوستانی تاریخ اور ثقافت کے جز وقتی پروفیسر بھی ہیں۔ آپ نے سرینگر میں قبر مسیح کے متعلق تحقیق کی ہے آپ ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ سرینگر اور آثار قدیمہ بین الاقوامی کانگریس کے ممبر بھی ہیں۔

۶- جناب لیڈس لیو فلپ Ladislav Filip, MD. آپ ۱۸۹۸ء میں پراگ چیکوسلواکیا میں پیدا ہوئے چارلس یونیورسٹی پراگ سے علم طب میں اعلیٰ ڈگری حاصل کی بعد ازاں نانسی پیرس کی یونیورسٹیوں سے پوسٹ گریجویٹ کورسز کئے۔ ۱۹۴۷ء میں چارلس یونیورسٹی پراگ میں تشخیص امراض کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ جنگ کے زمانہ میں انہوں نے تحریک مزاحمت میں بھی حصہ لیا اور جنگ کے بعد آپ اپنے شعبے کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۶ء سے انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ایک تاریخی شخصیت کی حیثیت سے تحقیق شروع کی اور اپنی اس تحقیق کو چارلس یونیورسٹی اور چیکوسلواکیہ کی اکیڈیمی آف سائنس کے شعبہ مشرقی علوم میں مقالات کی شکل میں پیش کیا۔

۷- جناب امام بشیر احمد خاں رفیق۔ آپ مسجد فضل لنڈن کے امام ہیں اور اس کانفرنس کے کنوینر۔

۸- جناب ریجنالڈ چارلس ایورڈ سکوفیلڈ Reginald Charles Everard Skolfield ۱۹۱۸ء میں لنکاشائر میں پیدا ہوئے جنگ عظیم میں رائل ایئر فورس میں شمولیت کی اور امریکہ مشرق وسطیٰ برما اور ہندوپاک میں خدمات سرانجام دیں مختلف ممالک اور تہذیبوں میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے انہوں نے موازنہ مذاہب میں دلچسپی لینا شروع کی اور اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی اسی دوران آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے بہت متاثر ہوئے۔ اگرچہ آپ کا تعلق جماعت احمدیہ سے نہیں تاہم آپ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری صلیب پر فوت نہیں ہوئے انہوں نے اس امر کا بھی اظہار کیا ہے کہ بائیبل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۹- جناب اندریاس فابر قیصر Andreas Faber Kaiser آپ جرمن فلاسفر ہیں آجکل سپین میں سکونت پذیر ہیں۔ آپ موازنہ مذاہب کے عالم ہیں جب انہوں نے سنا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے تو انہوں نے خود کشمیر جا کر تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا آپ کی تحقیق کے نتائج 'Jesus Died in Kashmir'' میں شائع ہو چکے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

— فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ —

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ ربوہ

خالد

جلد ۲۵ نمبر ۸

ضمیمہ

احسان ۱۳۵۷ ہش

جون ۱۹۷۸ء

— ایڈیٹر —

حافظ مظفر احمد

نائبین

• بشارت احمد محمود • ملک خالد محمود

• محمد الیاس منیر • سید حسین احمد

• پبلشر: محمد شفیق قیصر ۔ پرنٹر: سید عبدالحی ۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ • مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد ۔ دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

رودادِ لندن کانفرنس

"مسیح علیہ السّلام کی صلیب سے نجات"

پر

بین الاقوامی کانفرنس کی مفصّل رُوداد

پہلا دن

۲؍جون ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک

لنڈن میں جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام "مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات" کے موضوع پر بین الاقوامی کانفرنس کی ابتداء بڑے عمدہ ماحول میں خوشکن طریق پر ہوئی۔ جب دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے چھ صد سے زائد نمائندگان نماز جمعہ کے بعد کنزنگٹن کے کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ میں جمع ہوئے۔ کانفرنس ہال کی تمام نشستیں کئی ہفتے قبل ہی محفوظ کرلی گئی تھیں۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے شوق اور بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر منتظمین نے کانفرنس ہال سے ملحق ایک اور ہال بھی حاصل کیا جس میں ٹی وی پر کانفرنس کی مکمل کارروائی دکھانے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود شائقین کی ایک بہت بڑی تعداد کو مایوس ہونا پڑا۔

اور یہ بات بھی بڑی امید افزا ہے کہ ایک سو سے زائد انگریز علماء نے اپنے مذہبی، علمی اور معاشرتی تعصبات کے باوصف اس کانفرنس میں شریک ہونے کی جرأت کی۔ اور مسیح علیہ السلام کے بارہ میں عیسائیت کی تاریخ اور اس کے روایتی عقائد کے بالکل مخالف آراء سنیں۔ پہلے دن کے اجلاس کے مقررین نے زیادہ تر ان شہادات کو پیش کیا جن سے یہ واضح ہوتا تھا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد زندہ اتار لیئے گئے تھے۔

کانفرنس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ سورۃ النساء کی یہ آیات تلاوت کی گئیں:۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ
كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ
الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ
قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ
عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ
اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ
عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝
وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ
عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (النساء: ۱۵۶ تا ۱۵۹)

ترجمہ:- پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے کے سبب سے) اور ان کے اللہ کی آیتوں کا انکار اور ان کے نبیوں کو قتل کرنے کی بلاوجہ کوشش (کے سبب سے) اور یہ (بات) کہنے کے سبب سے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں (پردوں میں) نہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب سے ان (کے دلوں) پر مہر کر دی ہے اس لئے وہ بالکل ایمان نہیں لاتے۔ نیز ان کے کفر (کے سبب سے) اور ان کے مریم پر (ایک بہت) بڑا بہتان باندھنے کے سبب سے۔ اور ان کے (یہ بات) کہنے کے سبب سے کہ اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو ہم نے یقیناً قتل کر دیا ہے (یہ سزا ان کو ملی ہے) حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا۔ اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا۔ بلکہ وہ ان کے لئے (مصلوب کے) مشابہ بنا دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس (یعنی مسیح کے صلیب سے زندہ اتارے جانے) میں اختلاف کیا ہے وہ یقیناً اس (کے زندہ اتارے جانے کی وجہ سے شک میں (پڑے ہوئے) ہیں انہیں اس کے متعلق کوئی بھی (یقینی) علم نہیں ہے۔ ہاں (صرف ایک) وہم کی پیروی (کر رہے ہیں) اور انہوں نے اس واقعہ کی اصلیت کو پوری طرح نہیں سمجھا (اور جو سمجھا ہے غلط سمجھا ہے) واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے اُسے اپنے حضور میں عزت (ور فعت) دی تھی (اور وہ صلیب پر مرا نہیں گیا تھا) کیونکہ اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

خطبۂ استقبالیہ میں جناب امام بشیر احمد خانصاحب رفیق امام مسجد فضل لنڈن نے کہا۔ میں آپ سب کو خواہ آپ کسی بھی مذہب اور کسی بھی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہوں اس یقین اور اعتماد کے ساتھ خوش آمدید کہتا ہوں کہ تلاشِ حق کی خاطر اس اجتماع کے ذریعہ سے ہم خدا کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔

آپ نے وضاحت کی کہ اس کانفرنس کا واحد مقصد سچے مسیح پر اپنے ایمان کو مضبوط کرنا ہے۔ کلیسیا کی تعلیمات و عقائد پر تنقید یا تجزیہ اس کانفرنس کا مقصد نہیں۔

کانفرنس کا رسمی افتتاح مکرم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب کے افتتاحی خطاب سے ہوا۔ کانفرنس کے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہوئے یا نہیں یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا مطالعہ وسیع پیمانہ پر دلچسپی کا موجب بنے گا لیکن یہ بات بہت سے لوگوں کے لئے ناقابلِ فہم ہے کہ مسلمانوں کو اس

سوال میں ایسی کونسی دلچسپی اور کیا اہمیت ہے کہ جس کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ نے اس کانفرنس کا انعقاد ضروری سمجھا؟

خطاب جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا مسلمانوں کے سوادِ اعظم نے اس آخری زمانہ میں عیسائی روایات و عقائد سے متاثر ہو کر ایک ایسا عقیدہ اختیار کر لیا جو بدیہی طور پر غلط ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے ہی اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے۔ یہ عقیدہ صریح طور پر قرآن کریم سے معارض اور مخالف ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات اور پھر ایک لمبی عمر پانے کے بعد آپ کی طبعی وفات کے صحیح قرآنی نظریہ پر ایمان کا احیاء کیا اور دعویٰ کیا کہ اب جبکہ خدا تعالیٰ نے واقعہ صلیب کے بعد مسیح کی زندگی کے بارہ میں آپ کو علم دیا ہے۔ خدا خود اپنی حکمتِ کاملہ کے ماتحت اس صداقت کی تائید میں مزید تاریخی شہادات ظاہر فرمائیگا۔

عیسائیت اور اسلام دونوں مذاہب میں آخری زمانہ میں مسیح کی بعثتِ ثانی کے متعلق پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ ماضی میں ان پیشگوئیوں کو اس عقیدہ کی تائید میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام بجسدِ عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے تھے اور آخری زمانہ میں دوبارہ جسمانی طور پر اس کرۂ ارض پر نازل ہونگے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ آپ مسیح علیہ السلام کی صفات اور رنگ میں مبعوث ہوئے ہیں اور یہ کہ آپ کے ظہور کے ساتھ مسیح علیہ السلام کی بعثتِ ثانی کے بارے میں تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئی ہیں۔ . . . . .

چنانچہ یہ تمام سوالات۔ مسیح کی وفات، مسیح کا دوبارہ زندہ ہونا، آپ کا رفع اور بعثتِ ثانی مسلمانوں کے لئے عموماً اور جماعت احمدیہ کے لئے خصوصاً بہت اہمیت اور دلچسپی رکھتے ہیں۔

مکرم چوہدری صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر ان الفاظ کے ساتھ ختم کی:۔

اس طرح یہ سوال کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہوئے تھے یا نہیں؟ ایک ایسا سوال ہے جس کے صحیح جواب کی تلاش میں یہودی۔ عیسائی اور مسلمان یکساں دلچسپی رکھتے ہیں۔

انسانیت کی خدمت کے لئے اور سچائی کی تلاش اور اس کے اظہار کی خاطر ہی جماعت احمدیہ نے اس کانفرنس کے انعقاد کا انتظام کیا ہے۔

کانفرنس کا پہلا مقالہ مشہور ہندوستانی ماہر آثارِ قدیمہ پروفیسر ایف۔ ایم حسنین نے پڑھنا تھا مگر بعض ناگزیر وجوہات کے باعث آپ اس کانفرنس میں خود شرکت نہ کر سکے۔ "مقبرہ یوز آصف" کے موضوع پر آپ کا مقالہ ریٹائرڈ ایر مارشل ظفر چوہدری نے پڑھا۔

جناب پروفیسر ایف۔ ایم حسنین نے اپنے مقالہ میں بیان کیا ہے کہ سری نگر کے مقدس شہر کے اس مقبرہ میں ایک ایسے نبی کا جسم مدفون ہے جس نے آج سے انیس سو سال قبل وفات پائی تھی اس نبی کا نام "یوز آسف" ہے کئی لوگوں کے نزدیک یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی لیکن پھر بھی ہر روز زائرین کی ایک بڑی تعداد ننگے پاؤں یہاں حاضری دیتی ہے۔

ایک بار ریاست کشمیر کے حکمران راجہ شالباہن نے پہاڑی علاقوں کے سفر کے دوران سرنگر

کے قریب وَین[1] کے مقام پر گورے رنگ کے ایک معزز شخص
کو دیکھا جو سفید چادروں میں ملبوس تھا۔ راجہ نے اس
کا نام پوچھا اس نے جواب دیا کہ وہ فرزندِ خدا کے نام
سے مشہور ہے اور یہ کہ وہ ایک کنواری کے بطن سے
پیدا ہوا ہے۔ راجہ شالباہن کے حیران ہونے پر اس
نے بتایا کہ اس نے اپنے پیغام کی تبلیغ دریائے سندھ
کے پار ایک ملک میں کی جہاں کے لوگوں نے اسے بہت
تکالیف پہنچائیں۔ اس نے مزید بتایا کہ میرا مذہب
محبت۔ سچائی اور تزکیہ قلوب پر مبنی ہے اور اسی بناء
پر میرا نام عیسیٰ مسیح رکھا گیا ہے۔

(بھوشیہ مہاپران ۲ - ۱۳۲ - ۱۷)

پروفیسر ایف۔ ایم حسنین نے اپنے مقالہ میں
یوز آسف نبی کے متعلق شیخ صادق ابن بابویہ قمی
کی تصنیف "اکمال الدین و تمام النعمۃ فی اثبات
الغیبۃ والحیرۃ" مطبوعہ ایران کا حوالہ نقل کیا ہے کہ
"وہ سب اس کے پاس آتے ہیں امیر بھی اور
غریب بھی برکت اور راہنمائی کے حصول کے لئے
وہ ان کو کہتا ہے۔ موت کا کوئی اعتبار نہیں .....
ساعت قریب آچکی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اچھا سلوک
کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان سے بھی اسی
طرح سلوک کیا جائیگا۔ دنیاوی خواہشات سے اپنا
دامن بچاؤ۔ غصہ چھوڑ دو۔ غیبت ترک کرو۔ اور
اپنے دل کو صاف اور پاکیزہ رکھو" (ص ۳۵۹)

اسی طرح سر فرانسس ینگ ہزبینڈ جو حکومت برطانیہ
نمائندہ ایڈووکیٹ کی حیثیت سے کئی سال کشمیر میں
مقیم رہے۔ کی کتاب "کشمیر" کا ایک اقتباس بھی پروفیسر
ایف۔ ایم حسنین نے نقل کیا ہے:۔

"مسیح کا یہ مقبرہ انزمرہ خانیار سرینگر میں
واقع ہے جو ریاست کشمیر کا گرمائی دارالحکومت ہے۔
سرینگر جس کے معانی ہیں سورج کا شہر ایک بہت قدیم
شہر ہے یہ دو حصوں میں تقسیم ہے پرانا شہر اور
نیا شہر۔ مقبرہ پرانے حصہ شہر میں واقع ہے کشمیر
کے رہنے والے اسے روضہ بل کہتے ہیں جس کے معانی
"معزز قبر کی جگہ" اور کہتے ہیں کہ یہ یوز آسف کا مقبرہ
ہے خدا کا یہ فرستادہ انیس سو سال قبل کشمیر میں
آیا تھا۔ ان کے وعظ تمثیلوں میں ہوا کرتے تھے ان
میں سے اکثر تماثیل وہی تھیں جو حضرت مسیح اپنے
وعظ میں بیان کیا کرتے تھے۔ یوز آسف اہل کشمیر
کی طرف خدا کے رسول کے طور پر آئے تھے اس قبر
میں ایک سوراخ ہے جس سے خوشبو آتی ہے۔"

دوسرا مقالہ جناب اندریاس فیبر قیصر کا تھا فاضل
مقالہ نگار جرمنی کے رہنے والے ہیں اور آجکل سپین
میں سکونت پذیر ہیں۔ آپ کے مقالہ کا موضوع تھا۔
"مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے"۔ آپ نے اپنے
مقالہ میں بیان کیا کہ وہ اس لئے کانفرنس میں شریک
ہوئے ہیں کہ اس نظریہ کی تائید میں شہادت پیش کریں
کہ مسیح علیہ السلام کی وفات اُن زخموں کے نتیجہ میں نہیں
ہوئی جو ان کو صلیب پر چڑھائے جانے کی وجہ سے
آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اب یہ

[1] مقام وَین جس پر راجہ شالباہن اور مسیح علیہ السلام
کی ملاقات کا ذکر ہے سرینگر کے شمال مشرق میں دس
میل کے فاصلہ پر ایک خوبصورت مقام کا نام ہے۔
جہاں گندھک کا چشمہ ہے "گلدستہ کشمیر" لکھا ہے کہ
مریض یہاں شفا حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔

شہادات عام طور پر معروف ہو چکی ہیں۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر صرف چند گھنٹے رہے۔ جبکہ اس دردناک حالت میں کئی روز تک صلیب پر لٹکے رہنے کے باوجود بچ جانا بھی ممکن ہے۔

یہاں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ اگر کسی مصلوب کو بروقت صلیب سے اُتار کر اس کا مناسب علاج کیا جائے تو عموماً ایسا شخص بچ سکتا ہے۔ یہ بھی ایک معروف بات ہے کہ جب رومی سپاہی نے یہ دیکھنے کے لئے کہ مسیح زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں؟ آپ کے پہلو میں نیزہ مارا تو زخم میں سے پانی اور لہو بہنے لگا جبکہ ایک مردہ جسم میں سے صرف گاڑھے لہو کے چند قطرے ہی نکل سکتے ہیں۔

ٹورین کے کفن کے بارے میں مقالہ نگار اندریاس فیبر قیصر نے کہا:۔

"۱۹۶۹ء سے ایک سوئس پروفیسر نے جو ماہر جرائم ہیں کفنِ مقدس پر ایک سائنسی تجربہ کیا جسے (Polynology) کہا جاتا ہے جس میں پودوں کے زیرگل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جو کپڑے سے چپک گیا ہو۔ اس تجربے سے معلوم ہوا کہ کفن کے کپڑے پر لگا ہوا زیرگل ان مخصوص پودوں کا ہی ہے جو آج سے بیس صدیاں قبل صرف فلسطین میں پائے جاتے تھے اس سوئس پروفیسر کے نزدیک اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ٹورین کا کفن اصلی ہے......

کلیسیا کی درخواست پر ۱۹۶۹ء میں شروع کیگئی اس تحقیقات کے نتائج مختصر طور پر ایک اعلامیہ میں پیش کئے گئے ہیں۔ جو ۱۹۷۶ء کی ابتداء میں شائع کیا گیا تھا۔ اس کا متن یوں ہے......

"سات سال تک اس کفن پر جس میں عیسٰیؑ کا جسم لپیٹا گیا تھا۔ تجربات اور تحقیقات کے بعد مختلف سائنسدان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسیح کو زندہ دفن کیا گیا تھا۔ ماہرین کی رائے کے مطابق ٹورین میں محفوظ کفنِ مقدس میں ایک مصلوب شخص کا جسم رکھا گیا اور یہ شخص بھی اسی قسم کے زخموں کا شکار ہوا جس طرح کے مسیح کو لگے تھے۔ لیکن یہ صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ کفن پر لہو کے اٹھائیس داغ اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ محققین کے قول کے مطابق یہ بات سائنسی طور پر ناممکن ہے کہ ایک مُردہ جسم سے اس طرح لہو بہے جس طرح کہ کفن میں لپیٹے ہوئے جسم سے خون نکلا ہے ان کے نزدیک یہ ایک واضح اور بالکل درست سائنسی حقیقت ہے کہ انہیں زندہ دفن کیا گیا تھا سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ کوئی دوسرا مسیح بھی تھا۔ اور یہ کہ اس دوسرے مسیح کو جب صلیب پر سے اُتارا گیا ہے تو وہ مردہ نہ تھا۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ کپڑے پر جو شبیہہ ہے وہ مسیح کی ہے کانٹوں کے تاج کا نشان۔ گردن اور معدہ کے درمیانی حصہ پر نیم منجمد خون جو نیزے کی انی سے نکلا۔ کئی زخم جو کوڑے لگائے جانے سے بنے۔ ہتھیلیوں اور پیروں پر میخوں کے سوراخ اور مصلوب شخص کی ٹانگوں کی ظاہری کیفیت جس سے پتہ چلتا ہے کہ ٹانگوں کی ہڈیوں کو توڑا نہیں گیا تھا۔ جیسا کہ عام طور پر دوسرے صلیب دیئے جانے والوں کے ساتھ کیا جاتا تھا یہ تمام امور اس بات کی شہادت دیتے ہیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ صلیب کے بعد مسیح

کو ایک کشادہ مقبرہ میں رکھا گیا تھا جس میں سانس لینے کے لئے کافی ہوا پائی جاتی تھی یہ بات کہ مقبرہ کے راستہ پر رکھا ہوا بھاری پتھر اپنی جگہ سے ہلایا گیا تھا ظاہر کرتی ہے کہ مسیح اپنے جسم کے ساتھ وہاں آئے تھے۔

اس بات کی شہادت بھی ملتی ہے کہ مسیح کے زخموں کا علاج حکیم نکودیمس نے ایک مرہم لگا کر کیا تھا اس مرہم کے استعمال سے زخم مندمل ہوئے اور خون کا بہاؤ بھی بہتر ہو گیا

فاضل مقالہ نگار نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے مقالہ کا اختتام کیا۔

یہ بات بہت واضح ہے کہ مسیح فلسطین سے روپوش ہونے پر مجبور ہو گئے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا آپ نے وقفہ قبر کے بعد اپنے بعض حواریوں سے آخری بار اس طور پر ملاقاتیں کیں کہ لوگوں کو آپ کا پتہ نہ چل سکا اور پھر مشرق کی طرف اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اس وقت آپ ایک سخت مصیبت زدہ شخص تھے جن کو جسمانی اور ذہنی لحاظ سے سخت تکالیف پہنچائی گئی تھیں اور آپ ایسی حالت میں نہ تھے کہ دوبارہ اپنے دشمنوں کا سامنا کر سکتے۔

لیکن باوجود اس کے کہ آپ کو ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ آپ نے اپنے اس مشن کو جس کے لئے آپ خدا کی طرف سے مامور تھے۔ ہر ممکن ذرائع سے پورا کرنا تھا۔ لیکن اگر آپ حقیقتاً صلیب پر فوت ہو جاتے تو آپ اس فرض کو پورا کرنے میں ناکام رہتے جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ میری مراد اس سے یہ ہے کہ مسیح اس وقت تک فوت نہیں ہو سکتے تھے جب تک وہ اسرائیل کے گمشدہ قبائل کو تلاش کر کے نجات نہ دیتے۔ اور اسی لئے آپ نے بہر طور مشرق کی طرف جانا تھا۔ اس طرح آپ کشمیر پہنچے۔ ہو سکتا ہے کہ اس بات کی شہادت سری نگر کے مقبرہ میں زیر زمین موجود ہو جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس وقت تک اپنی کوشش ترک نہیں کروں گا۔ جب تک میں اس میں داخل ہونے میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔

اپنے مقالہ کے اختتام پر مسٹر فیبر قیصر نے روضہ بل سری نگر کی بعض سلائیڈز بھی دکھائیں۔

اس اجلاس کا آخری مقالہ ڈاکٹر لیڈس لیو فلپ ایم۔ ڈی کا تھا۔ آپ چیکوسلاویکیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے مقالہ کا عنوان تھا "فلسطین سے باہر مسیح کی سرگرمیوں کے بارے میں جدید آراء"۔ ڈاکٹر فلپ نے اپنے مقالہ کا آغاز اس رائے کے ساتھ کیا کہ بیشتر تاریخ دانوں نے مسیح کی حیات کے موضوع سے بے اعتنائی برتی ہے۔ آپ نے اس بات کی تعریف کی کہ جماعت احمدیہ نے ایسی کانفرنس کے انعقاد کی طرف توجہ دی ہے جس کے نتیجہ میں مسیح علیہ السلام کی زندگی اور آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تاریخی نقطہ نظر سے مزید روشنی ڈالنے کا موقع پیدا ہوا ہے۔

آپ نے کہا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح علیہ السلام ۳۵ء عیسوی میں زندہ تھے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلیبی موت سے بچ گئے تھے

ڈاکٹر فلپ نے کہا کہ ان کو احمدی ذرائع سے اس بات کا علم ہوا ہے کہ اسلامی روایات میں عیسیٰ علیہ السلام کو "سیاح نبی" اور امام السائحین کہا جاتا،

جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ کیا عراق میں مسیح کی سرگرمیوں اور اس روایتی داستان کے ہیرو کی سرگرمیوں میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہے جو ایک شخص جوزیفس کیر بیٹفلس کے بارہ میں مشہور ہے - دونوں بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے اور دونوں

ڈاکٹر فلپ نے اپنے مقالہ کے آخر میں مسیح علیہ السلام کے بدھ مت سے تعلق کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا - آپ نے کہا کہ بانی جماعت احمدیہ اور آپ کے ساتھیوں نے مسیح کے سفر کشمیر کے بارے میں حقائق جمع کئے - اور پھر ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر ایف ایم حسنین نے اس پر مزید کام کیا اس لئے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام ساٹھ سال کی عمر میں کشمیر پہنچے ہوں - اور میں اس بات کو درست سمجھتا ہوں کہ آپ کی آمد کے وقت کشمیر میں آپ کے اصل مقصود کے حصول کے لئے حالات ساز گار تھے - اور آپ کا اصل مقصود زمین پر خدا کی بادشاہت کے قیام کی کوششوں کو جاری رکھنا تھا -

ڈاکٹر فلپ کے مقالہ کے بعد نمائندگان کو سوالات کرنے کی دعوت دی گئی - ایک نمائندہ نے سوال کیا "مسیح ابن اللہ تھے - اور اگر وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے ہوں"

جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا - ابن اللہ کی اصطلاح بائیبل میں مجازی معنی میں استعمال ہوئی ہے - دوسرے انبیاء مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی بائیبل میں ابن اللہ کہا گیا ہے - بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام اولاد آدم کو بھی ابناء اللہ قرار دیا گیا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ بائیبل میں ابن اللہ کی اصطلاح تمثیلی طور پر استعمال کی گئی ہے - اور دوسرے انسانوں کی طرح مسیح بھی ایک انسان ہی تھے -

مسیح کے رفع الی السماء کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں مسٹر اندریاس فیبر قیصر نے وضاحت کی کہ ہمیں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ مسیح کا رفع کیا جانا کسی نے مشاہدہ کیا ہو اس طرح یہ بات بے ثبوت رہ جاتی ہے -

اسی سلسلے میں محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مزید وضاحت کی کہ بائیبل کے نظر ثانی شدہ نسخوں میں مسیح کے رفع کے بارے میں آیات حذف کر دی گئی ہیں - کیونکہ یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ یہ آیات بعد میں نئے عہد نامہ میں داخل کی گئی تھیں"

ایک نمائندہ کے اس سوال کے جواب میں کہ مسیح کی بعثت ثانی سے کیا یہ مراد ہے کہ مسیح خود دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے - چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب نے کہا - کہ "خود مسیح علیہ السلام نے یہود کو بتایا تھا کہ ایلیاہ کی بعثت ثانی کی پیشگوئی یوحنا بپتسمہ دینے والے کی آمد کے ساتھ پوری ہو گئی ہے - اس لئے مسیح کی آمد ثانی سے مراد خود مسیح کا آنا نہیں - بلکہ اس سے مراد ایک اور نبی کا مسیح کی صفات اور روحانی قوتوں کے ساتھ آنا تھا -

ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر فلپ نے کہا کہ وہ ایک ماہر امراض قلب ہیں اور گزشتہ پچاس برس سے اس پیشہ سے منسلک ہیں اس دوران انہوں نے پانچ ایسے لوگوں کو زندہ کیا ہے "جو بظاہر نظر

مر چکے تھے اس طرح مسیح اکیلے ہی ایسے نہیں، جو فوت شدگان میں سے واپس آئے ہوں۔

اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے رابرٹ گریوز کے بیان کردہ واقعہ کا حوالہ دیا جس میں اس نے ایک زخمی فوجی کا ذکر کیا ہے جسے تین روز تک مردہ سمجھا گیا تھا۔ تیسرے روز کسی کو خیال آیا کہ اس کی انگلی سے خون بہہ رہا ہے ــــ جو زندگی کا حتمی ثبوت ہے ــــ اس کا علاج کیا گیا اور وہ تندرست ہو کر تیس سال تک زندہ رہا۔

سوال و جواب کے اس دلچسپ پروگرام کے ساتھ ہی کانفرنس کے پہلے روز کی کارروائی نہایت کامیابی کے ساتھ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

دوسرا دن

۳ر جون ——— بروز ہفتہ

کانفرنس کے دوسرے روز کے اجلاس میں آنے والے لوگوں کی تعداد سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ کانفرنس میں دلچسپی نہ صرف قائم رہی ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ہوئی ہے۔ کل کی طرح آج بھی لیکچر ہال سامعین سے پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ اور ملحقہ ہال جہاں پر کانفرنس کی تمام کارروائی ٹیلی ویژن پر دکھانے کے انتظامات کئے گئے تھے آنیوالے لوگوں کی تعداد کے لئے کافی نہ ہوا۔ ان لوگوں کے لئے جو دونوں جگہ ہی نشست حاصل نہ کر سکے۔ نمائش گاہ میں لاؤڈ اسپیکر پر کانفرنس کی کارروائی سنوانے کا انتظام کیا گیا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد ڈینش احمدی مسلمان جناب عبدالسلام میڈیسن نے اپنا مقالہ پڑھا۔ جو مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات کے بارہ میں قرآنی اور اسلامی شہادات کے موضوع پر تھا۔

جناب میڈیسن اسلام کے بارہ میں کئی کتب کے مصنف ہیں آپ نے ڈینش زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ آپ کے مقالہ کے تین حصے تھے۔

۱۔ انسان کا فانی ہونا۔

۲۔ تمام رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کا فانی ہونا اور سب کا وفات پانا۔

۳۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا فانی ہونا اور وفات پانا۔

فاضل مقالہ نگار نے اپنے مقالہ میں انسان کے فانی ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیات بطور شہادت پیش کیں جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے

- تو کہہ کہ وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے ضرور تمہاری روح قبض کرے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" (۳۲/۱۲)
- ہر جان موت چکھنے والی ہے اور ہم تمہاری برے اور اچھے حالات سے آزمائش کرینگے اور آخر ہماری طرف ہی تم کو لوٹا کر لایا جائیگا (۲۱/۳۶)
- کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ جن کو ہلاک کیا گیا تھا وہ واپس نہیں لوٹتے اور سب لوگ ضرور ہمارے حضور میں حاضر کئے جائیں گے۔ (۳۶/۳۲-۳۳)
- اور ان کے پیچھے ایک پردہ ہے اس دن تک

کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ (۲۳/۱۰۱)

اس نظریہ کی تائید میں کہ دنیا میں جس قدر بھی انبیاء اور رسول علیہم السلام آئے تھے وہ سب اپنے مشن کو پورا کرنے کے بعد وفات پا کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

فاضل مقالہ نگار نے اس ضمن میں قرآن کریم کی کئی آیات نقل کیں۔ مثلاً

ــہ اور ہم نے ان رسولوں کو ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر معمولی عمر پانے والے لوگ تھے۔ (۲۱/۹)

ــہ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں ان سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پس اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔ (۳/۱۴۵)

اپنے مقالہ کے تیسرے اور سب سے اہم حصہ یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی اپنی بعثت کی غرض پیدا کرنے کے بعد طبعی طور پر وفات پا گئے تھے کے ثبوت کے طور پر جناب میڈیسن نے قرآن کریم کی جو آیات پیش کیں ان کا ترجمہ یہ ہے:۔

ــہ (یہ سنکر ابن مریم نے) کہا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس نے مجھے کتاب بخشی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے بابرکت وجود بنایا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے اور مجھے اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے ظالم اور بدبخت نہیں بنایا اور جس دن میں پیدا ہوا تھا اس دن بھی مجھ پر سلامتی نازل ہوئی تھی اور جب میں مروں گا اور جب مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائیگا (اس وقت بھی مجھ پر سلامتی نازل کی جائے گی) (۱۹/۳۱-۳۴)

ــہ اور ان کے کہنے کے سبب سے کہ اللہ کے رسول مسیح عیسےٰ ابن مریم کو ہم نے یقیناً قتل کر دیا ہے (یہ سزا ان کو ملی ہے) حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا۔ بلکہ وہ ان کے لئے (مصلوب کے) مشابہ بنا دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس (یعنی مسیح کے صلیب سے زندہ اتار نے جانے) میں اختلاف کیا وہ یقیناً اس (کے زندہ اتارے جانے کی وجہ) سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کے متعلق کوئی بھی یقینی علم نہیں ہے۔ ہاں صرف ایک وہم کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اس (واقعہ کی اصلیت) کو پوری طرح نہیں سمجھا (اور جو سمجھا ہے غلط سمجھا ہے) واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے اسے اپنے حضور میں عزت (رفعت) دی تھی (اور وہ صلیب پر مر نہیں گیا تھا) کیونکہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (۴/۱۵۸-۱۵۹)

مزید شہادت کے طور پر فاضل مقالہ نگار نے وفات مسیح کے بارہ میں بہت سی احادیث بھی پیش کیں جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ــہ موسیٰ اور عیسےٰ علیہما السلام اگر زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔ (ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ و الیواقیت والجواہر جزو دوم صفحہ ۲۳)

" یقیناً عیسیٰ ابن مریم ۱۲۰ سال تک زندہ رہے اور میں (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) ساٹھ کے سر پر چلا جاؤں گا۔ (کنز العمال جزو ۲ صفحہ ۱۲۰)

اور اپنے معراج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے آسمان پر دیکھا۔ (بخاری جزو دوم باب الاسراء)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے کچھ پیروؤں کو جن میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی شامل تھے اس بارہ میں شبہ ہوا کہ آپؐ نے حقیقت میں وفات نہیں پائی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ اپنے محبوب آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد مسجد نبوی کے منبر پر چڑھے اور آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (۳/۱۴۵)

پھر آپ نے فرمایا " اگر تم میں سے کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمدؐ وفات پا چکے ہیں لیکن اگر تم خدا کی عبادت کرتے ہو تو جان لو کہ خدا ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا "

(بخاری کتاب المناقب)

دوسرے مقالہ نگار مسجد فضل لندن کے امام اور اس بین الاقوامی کانفرنس کے کنوینر بشیر احمد خان صاحب رفیق تھے۔ آپ نے اپنے مقالہ کی ابتداء مسیح کے واقعہ صلیب کے بارہ میں تین مختلف آراء کے تذکرہ سے کی۔

آپ نے کہا: " عیسائی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے اپنی مرضی سے صلیب پر لعنتی موت مرنا قبول کیا۔ تا بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے۔

" یہود کے نزدیک صلیبی موت اس بات کا ثبوت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جھوٹے نبی تھے (نعوذ باللہ) کیونکہ ان کی آسمانی کتب کے مطابق یہ موت لعنتی موت ہے "

" مسلمانوں کی اکثریت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی کلیۃً تردید کرتی ہے۔ ان کے نزدیک مسیح کو صلیب نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مسیح کے ہمشکل ایک اور شخص کو ظاہر کر دیا جس کو یہود نے پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا۔ اور مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے ان کے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا "

جناب بشیر احمد صاحب رفیق نے کہا۔ جیسا کہ میرے مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے۔ میں اپنے نظریہ کی تائید میں نئے عہد نامہ اور اس کی تفاسیر سے دلائل و براہین پیش کروں گا۔ یہاں میں اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک نئے عہد نامہ کی کتب اغلاط سے مبرا نہیں ہیں اور نہ ہی ہمارے لئے ان کی ہر بات ماننی لازمی ہے۔

آپ نے بتایا کہ " نئے عہد نامہ کی مختلف کتب میں بکھرے ہوئے بیانات کو اگر یکجا کر کے پڑھا جائے تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

چنانچہ جب یہود نے مسیح سے نشان دکھلانے کا مطالبہ کیا تو مسیح نے جواب میں فرمایا۔ یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہیں دکھایا جائے گا (متی باب ۱۲)

جناب امام رفیق نے اس نشان کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہ در اصل ایک پیشگوئی تھی جس میں مسیح کے ساتھ ہونے والے واقعہ کی تفصیل بتائی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ یونس نبی کی طرح مسیح علیہ السلام زندہ ہی قبر میں داخل ہوں گے اور تین دن تک قبر میں زندہ رہیں گے۔ اور یونس نبی کی طرح زندہ ہی قبر سے نکل آئیں گے۔

پھر آپ نے اس خواب کا ذکر کیا جو رومی مجسٹریٹ پیلاطوس کی بیوی نے دیکھی تھی۔ یہ خواب اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ مسیح کو صلیبی موت سے نجات دیگا۔ (متی ۲۷/۱۹)

فاضل مقالہ نگار نے مندرجہ ذیل امور بھی پیش کئے

(الف) مسیح کو صلیب پر لٹکانے کے لئے وہ دن چنا گیا تھا جو عید فسح کا دن تھا (یوحنا ۱۹/۱۳-۱۴)

(ب) مسیح کو صلیب پر لٹکانے کے لئے جمعہ کا دن چنا گیا تھا اور یہود کے طریق کے مطابق سورج غروب ہونے کے بعد یوم سبت کی ابتداء تھی۔ اس طرح مسیح چند گھنٹے سے زیادہ صلیب پر نہ رکھے جا سکتے تھے۔ کیونکہ یہود کے نزدیک سبت کے شروع ہونے کے بعد کسی مجرم کو بھی صلیب پر لٹکائے رکھنا روا نہ تھا۔

(ج) مسیح کو صلیب دینے کے لئے جن سپاہیوں کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی وہ مسیح کی صداقت پر ایمان رکھتے تھے۔ (مرقس ۱۵/۳۹)

(د) اگرچہ پیلاطوس اس بات کا قائل نہ تھا کہ مسیح اتنے تھوڑے وقت میں فوت ہو چکے ہیں اس کے باوجود اس نے ہدایت دی کہ مسیح کا جسم یوسف آرمیتیاہ کے سپرد کر دیا جائے (متی ۲۷/۵۸-۵۹)

مقالہ نگار نے نئے عہد نامہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے رات کا بڑا حصہ خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں اور تضرعات کرتے ہوئے گزارا اور بعد میں اس بات کا اقرار کیا کہ خدا تعالیٰ نے آپکی دعاؤں کو قبول فرمایا ہے۔ (یوحنا ۱۱/۴۱-۴۲)

مقالہ جاری رکھتے ہوئے جناب امام رفیق نے یوحنا باب ۱۹ کی آیت ۳۴ پیش کی جس میں لکھا ہے:۔

"مگر ان میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے خون اور پانی بہہ نکلا" (یوحنا ۱۹/۳۴)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ نیزہ مارے جانے کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام زندہ تھے۔ آپ نے مشہور مصنف ایف سٹراس کا حوالہ بھی اس سلسلہ میں پیش کیا۔ فاضل مصنف نے لکھا ہے:۔

"سولی پر اعضاء میں کھچاؤ کے باعث جسم میں تشنجی کیفیت پیدا ہونے یا بعض صورتوں میں بھوک کی شدت کے باعث انسان آہستہ آہستہ موت سے ہمکنار ہوتا ہے"

(اے نیو لائف آف جیزز۔ از ایف سٹراس جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

جب مسیح کو سولی پر لٹکایا گیا تو آپ ۳۳ سال کے جوان تھے اور آپ کی صحت بھی اچھی تھی۔ جب آپ کو اتارا گیا تو آپ کی ہڈیوں کو بھی توڑا نہیں گیا۔ جبکہ دوسرے دونوں مجرموں کو جن کو مسیح کے ساتھ سولی پر لٹکایا گیا تھا اتارنے کے بعد ہڈیاں توڑی گئی تھیں۔ (یوحنا ۱۹/۳۱-۳۲)

جناب بشیر احمد صاحب رفیق نے مزید بتایا۔ کہ

عیسائی روایات کی رُو سے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد مسیح صرف اپنے حواریوں سے ملے تھے۔ اور یہ ملاقات بھی پوشیدہ طور پر اور بھیس بدل کر ہوئی تھی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان ہی روایات کے مطابق اس وقت بھی مسیح علیہ السلام کے ساتھ عام انسانوں کی طرح بنیادی ضروریات لگی ہوئی تھیں (لوقا ۲۴/۳۶-۴۳)

آخر میں فاضل مقالہ نگار نے اس بات پر زور دیا کہ مسیح علیہ السلام کا مشن پورا نہیں ہوتا تھا، جب تک آپ کا پیغام بنی اسرائیل کے ان گمشدہ قبائل تک نہ پہنچ جاتا جو ہندوستان تک پھیلے ہوئے تھے (یوحنا ۱۰/۱۶-۱۷ متی باب ۱۰۔ آیت ۶،۷، لوقا ۱۹/۱۰)

دوسرے دن کے اس اجلاس کے تیسرے مقالہ نگار مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب تھے۔ آپ کا مقالہ "عیسیٰ۔ بنی اللہ" کے موضوع پر تھا۔ آپ نے اپنے مقالہ کی ابتداء ایک یہودی کے نظریہ سے کی اور ایک مشہور انجیلی (Anglican) عالم کی رائے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ موصوف نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں اس بات کی تصدیق کی کہ عیسیٰ مکمل طور پر ایک بشر تھے۔ ایک نبی تھے مگر خدا نہ تھے۔

ٹورین کے کفن سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ ایک بشر تھے۔ پہلی صدی عیسوی کے یہودی۔ (Testimony of Shroud. PP, 89, 95)

اس مصنف نے مزید لکھا ہے۔ کہ "مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح خدا کے ایک برگزیدہ نبی تھے۔"

جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ آپ کو ابن اللہ بھی کہا گیا ہے۔ یہ اصطلاح روحانی کتب میں عام طور پر مستعمل ہے۔ لیکن ہمیشہ ہی یہ اصطلاح مجازی طور پر استعمال کی گئی ہے۔ اور ایک بھی مثال ایسی نہیں دیکھی جا سکتی۔ جہاں اس سے مراد خدا کی ذات ہو۔ انجیل کی چاروں کتب اور رسولوں کے خطوط میں کسی جگہ بھی مسیح نے اپنے آپ کو خدا نہیں کہا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا اشارہ ہی کیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت بعد پہلی بار ابن اللہ کی اصطلاح کا ترجمہ خدا کا بیٹا کے طور پر کیا گیا۔ اور تثلیث کے دوسرے اقنوم کے طور پر اسے پیش کیا گیا۔ تثلیث کا نظریہ مسیح کی بنیادی فکر اور تعلیم کے خلاف ہے جیسا کہ اس بات سے ظاہر ہے کہ مسیح نے ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا کہا۔ یعنی یہ کہ وہ ایک خدائی فرستادہ تھے۔ (یوحنا ۱۷/۳، ۵/۳۰، ۵/۳۶-۳۹، ۸/۲۶و۴۲، ۱۷/۱۸، ۶/۳۸-۴۰)

جناب چوہدری صاحب نے فرمایا۔ کہ ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں آپ کا مشن یعقوب کے گھرانہ تک محدود تھا۔

محترم چوہدری صاحب موصوف نے بائیبل کی بہت سی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے 'خدا کے بیٹے'، جیسی اصطلاحات کے اصل معنوں کی وضاحت کی۔

آپ نے مزید فرمایا کہ ان تمام تشریحات میں سے اہم ترین تشریح وہ ہے جو خود مسیح علیہ السلام نے کی ہے۔ جس کا ذکر یوحنا میں ہے۔

کہ جب مسیح نے یہودیوں سے کہا "میں اور باپ ایک ہیں"۔ اور انہوں نے مسیح کو سنگسار کرنے کے لئے پتھر اٹھائے تو اس نے پوچھا مجھے کیوں سنگسار

کرتے ہو۔ انہوں نے کہا اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے یسوع نے انہیں جواب دیا۔ "کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو؟ جبکہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اس لئے کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں؟ اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو میرا یقین نہ کرو لیکن اگر میں کرتا ہوں تو گو میرا یقین نہ کرو۔ مگر ان کاموں کا تو یقین کرو تا تم جانو اور سمجھو کہ باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں۔"

(یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۰ تا ۳۸)

آپ نے فرمایا۔ "مسیح تمثیلی طور پر ابن اللہ تھے لیکن آپ کو کبھی بھی بیٹا خدا کے طور پر نہیں پایا گیا جیسا کہ آج کل دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ہر جگہ یہی ملتا ہے کہ آپ خدا کے فرستادہ تھے آپ کو کبھی بھی توحید باری تعالیٰ کی تصدیق کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

"اگر میں خدا کے روح کی مدد سے بدروحوں
کو نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے
پاس پہنچی۔" (متی $\frac{۱۲}{۲۹}$)

اسی طرح ا۔تیمتھیس $\frac{۶}{۱۴}$ میں آپ خدا کو حی و قیوم اور ازلی ابدی قرار دیتے ہیں۔

فاضل مقالہ نگار نے کہا۔ نظریہ تثلیث کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تثلیث کے اقانیم ثلاثہ آپس میں ہر لحاظ سے برابر ہوں۔ کیونکہ اگر تینوں میں کسی بھی لحاظ سے عدم مساوات ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ ایک کو باقی دو پر برتری حاصل ہے۔ اور جو بھی ان میں سے دوسروں سے کمتر ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ بائیبل کے سرسری جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ "باپ" ان سب میں برتر ہے۔ اسی طرح $\frac{۱۳}{۳۲}$ مرقس سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ مسیح تمام اشیاء کا علم نہ رکھتے تھے۔ لہٰذا ہر دو مسیح روح القدس سے بھی کمتر نظر آتے ہیں۔ (متی $\frac{۱۲}{۳۲}$)

مسیح علیہ السلام کو دعائیں کرنے کی عادت تھی (لوقا $\frac{۵}{۱۶}$: $\frac{۹}{۲۸}$ متی $\frac{۲۶}{۳۶}$) آپ کی یہ تضرعات اور اسی طرح حواریوں کی دعائیں اپنے رب کے حضور رحم مانگنے والے اور جس ہستی سے مانگا جائے دونوں کے درمیان مساوات کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ان دعاؤں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اور خدا کا آپس کا رشتہ ایک نیک بندے اور رحمان و رحیم آقا کا رشتہ تھا۔ جس میں مسیح کی مرضی خدا کی رضا اور ارادہ کے تابع تھی۔ بائیبل میں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ باپ نے بیٹے سے کبھی دعا کی ہو۔

مکرم چوہدری صاحب نے نظریہ تثلیث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جو ذہن کو حیران و ششدر کر دیتا ہے۔ اور انسانی کانشنس اور ضمیر کے خلاف ہے۔ یہ نظریہ انسانی رحم اور خدا تعالیٰ کی مالکیت کے تصور کے بھی خلاف ہے۔ انجیلی علماء کی ایک جماعت نے اس نظریہ کو ایک فرضی کہانی سے تشبیہ دی ہے ایک ایسا قصہ جو دہرایا تو جاتا ہے لیکن حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یا ایک ایسا تصور جس کو کسی چیز یا شخص سے مطابقت تو دی جاتی ہے مگر حقیقت میں ان میں کوئی تطابق نہیں ہے۔ مسیح کو بیٹا خدا قرار تو دیا جاتا ہے مگر یہ بات لفظی طور پر بھی اس لئے غلط ہے کہ اس

اصطلاح کے کوئی لفظی معنی نہیں ہیں بلکہ یہ مسیح کی شخصیت پر صرف ایک تصوراتی نظریہ کے اطلاق کی ناکام کوشش ہے۔

(The Myth of God incarnate)

پس اس امر کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کا احساس عیسائی اصل ماخذ کے مطالعہ کے بعد زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ یہ بات قبول کی جائے کہ مسیح کا مقام وہی ہے جو اعمال ۲۲ میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ آپ خدا کے ایک مقبول بندے تھے اور خدائی ارادے کے تحت ایک خاص فرض آپ کے سپرد کیا گیا تھا جو خدائی منصوبہ کا ایک حصہ تھا۔ بعد کا نظریہ جس کے مطابق آپ کو نظریۂ تثلیث کے ایک اقنوم کے طور پر مجسم خدا (جو انسانی شکل و صورت میں زندگی گزارنے کے لئے ظاہر ہوا تھا) کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ ایک فرضی قصہ ہے یا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسیح کے کام کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اسے شاعرانہ مبالغہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ان حقائق کو صداقت کے طور پر قبول کر لیا جائے۔

قرآن کریم کلیۃً نظریۂ تثلیث اور خدا کے بیٹا ہونے کے تصور کو رد کرتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اپنا مقالہ ختم کرتے ہوئے قرآن کریم کی متعدد آیات اس سلسلے میں پیش کیں۔

مکرم چوہدری صاحب کے اس عالمانہ مقالہ کے بعد دوپہر کے کھانے کے لئے وقفہ ہوا۔

دوسرے روز کا بعد دوپہر کا اجلاس مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی زیر صدارت شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے اسرائیل کے گمشدہ قبائل کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا۔

آپ نے کہا۔ دنیا کے تین اہم ترین مذاہب یہودیت عیسائیت اور اسلام مسیح کی شخصیت اور ذات میں گہری مگر ایک دوسرے سے مخالفانہ دلچسپی رکھتے ہیں دنیا کی آبادی کی اکثریت ان تین مذاہب کے پیروؤں پر مشتمل ہے۔ اس کانفرنس کا انعقاد اس لئے کیا گیا ہے تا عالمی رائے عامہ کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرائی جائے اور نزاع جس کا مرکز مسیح کی ذات ہے اسے حل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ صداقت کے متلاشی اپنے غلط عقائد چھوڑ سکیں۔ یہ کانفرنس ہمیں اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ ہم اس مسئلہ پر غور و فکر کریں۔۔ اور تاریخی ثبوت اور شواہد جو آج ہمیں میسر ہیں کا غیر جانبدارانہ انداز میں جائزہ لیں اور صداقت کو قبول کریں خواہ وہ ہمارے موجودہ نظریہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے ان شہادات کا مختصر تذکرہ کیا جو مسیح کی صلیبی موت سے نجات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ آپ نے کہا۔ اگر مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ ہی ان کا رفع جسمانی ہوا ہے تو پھر آپ کہاں گئے؟ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کا دوبارہ زندہ ہونے اور جسمانی رفع کا قصہ تو بہرحال غلط ہے۔ ضمناً یہ بھی بیان کردوں کہ ابھی تک کسی نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ مسیح کے صلیب سے اتارے جانے اور رفع الی السماء کے دوران تین روز کا وقفہ کیوں ہے؟ تین روز کا وقفہ صرف اسی طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ اس دوران میں آپ کے زخموں کا طبی علاج کیا گیا تھا اور جب

آپ اس تکلیف سے جو صلیب پر لٹکائے جانے کی وجہ سے آپ کو پہنچی تھی کسی حد تک صحت یاب ہوئے تو آپ وہاں سے کسی اور طرف ہجرت کر گئے۔

ہم بائیبل میں پڑھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو اسرائیل کے گھرانہ کی گمشدہ بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا تھا۔ (متی ۱۵/۲۴) اسی طرح یہ بھی کہ آپ ان کو جو گمشدہ ہیں تلاش کرنے اور نجات دینے کے لئے آئے تھے (لوقا ۱۹/۱۰) اب اگر ہم فلسطین میں رہنے والے یہود کو گمشدہ قرار دیتے ہیں۔ تو ہمیں بنی اسرائیل کے ان قبائل کو بھی جو فلسطین سے کہیں دور جا بسے تھے گمشدہ قرار دینا پڑے گا۔ کیونکہ یہ قبائل جسمانی لحاظ سے بھی گم ہو چکے تھے اور روحانی لحاظ سے بھی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل ۱۲ قبائل میں منقسم تھے ان میں سے دو اس ملک میں ہی تھے جہاں مسیح نے اپنے پیغام کی اشاعت کی اور جہاں کے رہنے والوں نے اسے صلیب پر لٹکایا۔ باقی دس قبائل دوسرے ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔ مسیح کا خدا کی طرف سے مفوضہ مشن اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی اس صورت میں مسیح کو کامیاب کہا جا سکتا تھا اگر وہ اسرائیلیوں کی اکثریت سے جو ان دس قبائل پر مشتمل تھی جو فلسطین سے جا چکے تھے سے کسی نہ کسی رنگ میں رابطہ قائم نہ کر لیتے۔

جس ستارہ نے آپ کی پیدائش کی نوید دی تھی وہ مشرق میں ظاہر ہوا تھا (متی ۲/۲) یہ ضروری ہے کہ ستارہ کو دیکھ کر آنے والے لوگ جو مشرق سے آئے تھے اسرائیلی ہوں۔

یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اہل کشمیر، افغانستان اور ہندوستان کے بعض علاقوں کے لوگ اسی طرح بعض اور قریبی ممالک کے لوگ بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے اس دعویٰ کی تائید میں تیس یورپین ۷ قدیمی مسلمان مورخین کشمیر اور دو ہندو علماء بشمول پنڈت جواہر لال نہرو کے حوالہ جات پیش کئے۔

اس سلسلہ میں آپ نے جناب جون نوئل کے ایک مقالہ Heavenly High Snowpeaks of Kashmir جو ایشیا میگزین ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا تھا سے بھی اقتباس پیش کیا۔

جون نوئل لکھتے ہیں:۔ وہ (یعنی کشمیری) اس خالص ترین یہودی سے بھی زیادہ مکمل طور پر خالص یہودی لگتے ہیں جو کبھی بھی آپ نے دیکھا ہو۔ اس لئے نہیں کہ وہ ایک ایسا کھلا جبہ نما لباس پہنتے ہیں جو آپ کے اسرائیلی لباس کے تصور کے مطابق ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے چہرے کے نقوش یہودی ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے یا یہ اتفاق ہے بھی؟ کہ کشمیریوں میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں جس سے ان کا یہود سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔"

فاضل مقالہ نگار نے کہا۔ ہمارے پاس مختلف ممالک کے رہنے والے اور مختلف مذاہب کو ماننے والے آزاد اور محقق علماء کی جمع کردہ زبردست شہادات ہیں۔ جو کشمیریوں کے اسرائیلیوں سے قریبی روابط اور ان کے نسلاً اسرائیلی ہونے کی طرف واضح طور پر اشارہ کرتی ہیں۔ یہ شہادت چہرہ کے نسلی خدوخال میں نمایاں ہے جو نہ کوئی نفی کر سکتا ہے نہ جعلی طور پر بنا سکتا ہے اسی طرح

یہ امران کے اس لباس سے جو وہ پہنتے ہیں۔ ان کے ناموں سے جو وہ رکھتے ہیں اور ان جگہوں کے ناموں سے بھی جہاں وہ رہتے ہیں واضح ہے۔ یہ تمام باتیں ان کے ماضی اور اصل کا پتہ دیتی ہیں۔ جب شہادات کے اس ضخیم انبار کو قرآن کریم اور بائیبل کی متعلقہ آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہر آدمی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اسرائیل کے گمشدہ قبائل ان علاقوں میں جا بسے تھے جو آجکل افغانستان۔ کشمیر اور ہندوستان کے بعض علاقے مثلاً بمبئی اور مالا بار کہلاتے ہیں۔

جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے اس سلسلہ میں کشمیر۔ افغانستان اور بعض دوسرے علاقوں کے قبائل اور مقامات کے ۴۰۵ ناموں کی ایک فہرست بھی پیش کی جو بائیبل میں استعمال شدہ ناموں سے شدید مشابہت رکھتے ہیں اور اس طرح اپنے اسرائیلی اصل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ آپ نے کہا یہ لغوی شہادت اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود صدیاں گذر جانے کے اور باوجود تبدیلیٔ مذہب کے عادات اور رسم و رواج میں بھی بہت گہری مشابہت پائی جاتی ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے ان علاقوں کے آرٹ۔ کلچر۔ رسم و رواج۔ روایات۔ لوک کہانیوں اور لوک گیتوں کے حوالے سے بھی جن میں یہودی اور بنی اسرائیلی عنصر نمایاں ہے۔ کشمیری اور افغانوں کے اسرائیلی الاصل ہونے کا تذکرہ بھی کیا۔

آپ نے کہا گمشدہ قبائل بنی اسرائیل کے کشمیر افغانستان اور بعض ملحقہ علاقوں میں آباد ہونے کی شہادات بڑی زبردست ہیں۔ یہ مذہبی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ اور مختلف مذاہب مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے قدیم اور جدید مصنفین اور محققین کی تاریخ و تحقیق کی کتب میں بھی ملتی ہیں۔ مختلف مذاہب کے ماننے والے یہ محققین اور تاریخ دان زندگی اور مذہب کے مبادیات کے بارے میں شدید نوعیت کے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن کشمیریوں اور افغانوں کے اسرائیلی الاصل ہونے کے بارے میں آپس میں پوری طرح متفق ہیں۔ چنانچہ سر فرانسس ینگ ہزبنڈ مسیح کے کشمیر میں دفن ہونے کے نظریہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں:۔

”جب ظاہری شکل و صورت میں یہاں کے لوگ اس قدر نمایاں طور پر یہودی خدوخال رکھتے ہیں تو پھر کیا یہ کوئی عجیب بات ہے کہ ایسا نظریہ موجود ہو؟“

فاضل مقالہ نگار نے اپنے مقالہ کا اختتام ان الفاظ کے ساتھ کیا۔

”آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل یہ معرکہ آرا پیشگوئی فرمائی تھی کہ عیسائیت اس وقت تک زوال پذیر نہ ہوگی جب تک وہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو جائے جس کے ہاتھوں صلیب کا پاش پاش ہونا مقدر ہے یہ پیشگوئی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں ایسے انکشافات ظاہر ہوں گے جن سے عیسائی نظریہ صلیب اور رفع الی السماء کی حقیقت کھل کر سامنے آئیگی۔ اور بائیبل۔ طبی تحقیق اور دوسرے انکشافات کی زبردست شہادات کے سامنے یہ دونوں نظریات چھوڑنے پڑیں گے۔ اب وہ وقت آچکا ہے اور اسی طرح ہو رہا ہے جس طرح بتایا گیا تھا۔ پہلی

رات کے چاند کی طرح ابھی سب لوگ اسے نہیں دیکھ
سکتے۔ مگر کب تک؟ دو ہزار سال کے عرصہ میں مضبوطی
پکڑ جانے والے تعصبات اور غلط نظریات آخر کار ختم
ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صداقت آہستہ آہستہ
اپنے دعویٰ قبولیت کو مضبوط اور پائیدار بنا رہی ہے۔
ذرا ایک نظر اس طوفان پر ڈالی کر دیکھیں جو آج سے
اسی سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس
موضوع پر تحریرات کے خلاف اٹھا تھا اور پھر ایک
نظر ادھر بھی کہ اس وقت جس بات کی سننے والوں نے
شدید مخالفت کی تھی۔ وہ آج کس طرح خاموشی سے
قبول کر لی گئی ہے۔ اور یہ مقدر ہے کہ جوں جوں علم کی
وسعت ہوگی اور نئی تحقیق و تفتیش کے سامنے پرانے
تعصبات اور غلط مفروضات کی دیواریں گریں گی۔ آپ
کی بیان فرمودہ دیگر صداقتیں بھی مقبولیت حاصل کریں گی
تب اقوام عالم صداقت کا اقرار کریں گی اور ایک عالمی
نظام کے لئے زمین ہموار اور تیار کی جائے گی ایک
ایسا عالمی نظام جو انسانیت کو آج کے زبردست اختلافات
اور جھگڑوں سے نجات دلا دیگا۔ جو انسانی پیدائش
کے مقصد کے حصول میں سب سے بڑی روک بنے ہوئے ہیں

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے بعد جناب شیخ
[illegible] صاحب نے "واقعہ صلیب کے بعد مسیح
کی زندگی" کے موضوع پر مقالہ پڑھا۔ آپ نے کہا کہ
مختلف شہادتوں کی رُو سے صلیبی موت سے نجات پانے
کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعض پیروؤں
کو اکٹھا کیا اور ایک ایسے ملک میں جا آباد ہوئے جو
جنّت کا نمونہ تھا۔ آپ نے کہا چرچ کی غیر منظور کردہ
اناجیل [illegible] Apocrypha اور آزاد خیال عیسائیوں

غناسطک Gnostic کے لٹریچر میں ان واقعات کی تفصیلات
پائی جاتی ہیں جو واقعہ صلیب کے بعد پیش آئے تھے
اس لٹریچر میں حواریین مسیح کے تبلیغی منصوبوں کا بیان
بھی ملتا ہے یہ منصوبے اس زبان میں بیان ہوئے
ہیں جو عام طور پر معجزات کے بیان میں استعمال کی جاتی ہے

مزامیر سلیمان۔ پہلی صدی عیسوی کے شامی
عیسائیوں کے ۴۲ مزامیر پر مشتمل ہے ان میں مسیح
علیہ السلام دنیا کو اس طرح خطاب کرتے ہیں:۔

میرے دشمنوں نے مجھے موت کے جبڑوں میں
دھکیل دیا تھا۔ میں اس طرح ظاہر ہوا جیسے کہ میں
حقیقت میں مُردہ ہوں لیکن میں مرا نہ تھا۔ عام لوگوں
نے بھی مجھے مُردہ جانا۔ مگر میں زندہ ہوں اور دنیا
کی خبر اور بھلائی سے بہرہ ور ہو رہا ہوں۔

بحیرہ مردار کے قریب وادیٔ قمران میں اور
مصر کے ایک گاؤں ناج حمّادی میں یہ صحائف ملے سب سے
دلچسپ بات یہ ہے کہ ان صحائف میں مسیح علیہ السلام
کے وہ مکالمات بھی درج ہیں جو واقعہ صلیب کے بعد
کے ہیں۔ یہ دریافت اس تبدیلی عقائد کی طرف اشارہ
کرتی ہے جو ابتدائی مسیحی عقائد میں ہوئی۔ ان صحائف
میں مسیح علیہ السلام کی بیان فرمودہ تعلیمات اور تمثیلات
بھی پائی جاتی ہیں۔ ان صحائف سے یہ بات واضح
ہو جاتی ہے کہ صلیب پر مسیح کی موت ایک مفروضہ ہے
مسیح واقعہ صلیب کے بعد فلسطین میں ۵۵۰ دن تک
رہے اور اس عرصہ کے دوران ان کے بعض حواری
بھی ان کے ساتھ رہے۔ اور اس دوران آپ اپنے
پیروؤں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہے۔

فاضل مقالہ نگار نے کہا۔ ایک اور دریافت

بھی ہے ایک صحیفہ جو ۳۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے سوڈان اور مصر کی سرحد پر ملا ہے اس میں تحریر ہے کہ مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد زندہ رہے اور انہوں نے اپنے حواریوں کو یقین دلایا کہ وہ گوشت پوست کے انسان ہیں۔ زندہ ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔

بحیرہ مردار میں پائے جانے والے صحیفہ میں منقول ہے کہ مسیح نے کہا۔ یہود مجھے مارنا چاہتے اور بری جگہوں میں سے سب سے بری جگہ پر مجھے پھینکنا چاہتے تھے لیکن خدائی منصوبہ کچھ اور تھا کہ مجھے اس مصیبت سے بچایا جائے اور خدا کی طرف اٹھا لیا جائے۔

ایک قدیم مخطوطہ (ESSENIAN EPISTLE)

۱۸۷۳ء میں اسکندریہ کی ایک خانقاہ سے ملا تھا اس کا انگریزی ترجمہ "Crucifixion - An document by an eye witness" کے نام سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ بلاشبہ یہ ایک بہت اہم دستاویز ہے اور تمام علماء کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اصل دستاویز لاطینی میں ہے اور فری میسن سوسائٹی کے پاس محفوظ ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے کہا۔ عیسائی کلیسیا کے اکابر کے بیانات میں مسیح علیہ السلام کی پوشیدہ زندگی کے حالات بھی پائے جاتے ہیں لیکن جب ان کی توجیہ کی جاتی ہے تو ان کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اس بات کو۔ کہ مسیح ایک لمبا عرصہ زندہ رہے اور بڑی عمر میں فوت ہوئے اس طرح بیان کیا جاتا کہ مسیح کو ۳۳ سال کی عمر میں نہیں بلکہ ۴۵ یا پچاس سال کی عمر میں صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ آپ کے بعض الہامات کے سفر طویل کو ذہنی کیفیات یا استغراق کی حالت میں سفر قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سفر آپ نے اسرائیلی کے آباؤ اجداد

کی ارواح کو نجات دلانے کے لئے کئے تھے۔

مقالہ جاری رکھتے ہوئے شیخ صاحب نے کہا اگر مسیح نے حقیقت میں ہندوستان کا سفر کیا ہے تو ہندوستان کے قدیمی لٹریچر میں آپ کے سفر کے بارے میں اشارات ملنے چاہئیں۔ مسیح علیہ السلام کے کشمیر و شمالی مغربی ہندوستان کے سفروں میں اسی سال صرف ہوئے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قدیم ہندوستانی تواریخ میں سکندر اعظم کے ہندوستان آنے کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا اور ہندوستانی مؤرخین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ظہور سے قبل کے ہندوستان کی کوئی باقاعدہ تاریخ نہیں ملتی۔

ایک کتاب —— راج ترنگنی —— سنسکرت زبان میں کشمیر کی تاریخ ہے یہ کتاب منظومات پر مشتمل ہے جو شاعر کلہن نے بارھویں صدی میں لکھی ہیں ان نظموں میں ایک ایسے مرد خدا کا ذکر بھی ملتا ہے جس سے ایسے معجزات ظہور پذیر ہوئے جو مسیح کے معجزات سے بہت مشابہت رکھتے ہیں اس کا نام اسیانا Isana بیان کیا جاتا ہے۔

بھوشیہ مہا پران میں بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل ہندوستان میں آباد تھے اور اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اسرائیل کی طرف خدا کا ایک نبی آیا۔

جب ہندوستان پر بدھ حکومت تھی بدھ مذہب کا شہرہ تھا یا نبی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہندوستان میں آئے تھے ہیں بدھ ان کو اپنے Pantheon میں شامل کر لیتے تھے۔ مسیح علیہ السلام کو اذا سف یا اکٹھا کرنے والا کہا جانے لگا۔ بعضوں نے اس لفظ کے بدھ اور ستوا کے ساتھ ابہام کی وجہ سے اذا سف کے بجائے بوذا سف کہنا شروع کیا۔ عوام میں یہ نام یوز آسف کے نام سے

مشہور ہوا۔

محترم شیخ صاحب نے واضح کیا۔ کہ ایران اور شمال مغربی ہندوستان میں مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں کو نصریاہ کہا جاتا تھا۔ دوسری صدی عیسوی کے وسط میں ایک مشہور عیسائی عالم اسکندریہ سے شمال مغربی ہندوستان آیا تو اس نے وہاں اسرائیلی نسل کے عیسائی دیکھے ان کے پاس عبرانی زبان اور عبرانی رسم الخط میں لکھی ہوئی انجیل بھی تھی۔

جناب شیخ عبدالقادر صاحب نے اپنے مقالہ کا اختتام کرتے ہوئے کہا۔ Diaspora کے یہود جنہوں نے اسے قبول کر لیا تھا اس سزا سے بچ گئے جو یہودیہ کے یہود کو دی گئی جنہوں نے مسیح کو رد کر دیا تھا۔ آپ کے پیروؤں کی نسل خدا کی بادشاہت کی نعمتوں سے فیضیاب ہوتی رہی۔ ان میں سے کئی اپنے ملکوں کے حاکم بنے۔ اور وقت آنے پر خدا کی بادشاہت کے روحانی اثمار کے بھی وارث بنے جب انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا۔

جناب آر۔ سی۔ ای سکول فیلڈ کے مقالہ کا عنوان تھا۔ "حیاتِ مسیح کے بارے میں چند باتیں"

آپ نے اپنے مقالہ کی ابتدا خود اپنے تعارف سے کی۔ آپ نے کہا۔ میں کوئی عالم نہیں بلکہ ایک شکی مزاج (sceptic) انسان ہوں۔ میں احمدی نہیں ہوں بلکہ آزاد خیال اور اپنی رائے رکھنے والا ہوں میں طبعاً ایک روحانیت پرست ہوں ..... بچپن میں مجھے مسیحی تعلیمات نے ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔ اور یہ تعلیمات مجھے اپنے سے بے تعلق لگتی تھیں۔ مسیح کے بارے میں میرا تصور یہ تھا کہ آپ دور آسمانوں میں کسی جگہ تیر رہے ہیں۔ کلیسیا کی عبادات مجھے زخموں اور خون کے بیان اور دوزخ کی آگ کی دھمکیوں اور آسمانوں پر ایک عظیم مصلح کی جو اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ مجھے سزا دے کے بیانات کے باعث بے جان اور تاریک لگتی تھیں۔

مقالہ نگار نے کہا۔ مرزا غلام احمد صاحب وہ شخص ہیں کہ جنہیں یہ القا کیا گیا کہ وہ اعلان کریں کہ مسیح صلیبی موت سے بچ گئے تھے اس طرح ہم اس قابل ہوئے کہ ہم عیسائیت کو ایک نئی روشنی میں دیکھ سکیں۔ آج میں اس بات کا قائل ہوں کہ عیسائی مذہب کے بنیادی ستون یعنی مسیح کا رفع جسمانی کی قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی بصیرت سے کام لیکر تمام تعصبات کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ آپ خدا اور اس کے رسول محمدؐ کی محبت اور متابعت میں سرشار تھے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے رحم، ہمدردی اور محبت کے جذبات رکھتے تھے۔ آپ کے وجود میں عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح کی اس دنیا میں واپسی کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ آپ لوگوں کو دعا کے ذریعہ شفایاب کرتے تھے۔ آپ کی زندگی تمام نوع انسان کے لئے ایک روشن شمع تھی۔ آپ کی وفات پر ایک مسلمان مصنف نے لکھا:۔

"اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

یہ مرزا غلام احمد صاحب ہی تھے جنہوں نے سرینگر میں مسیح کے مقبرہ کی نشاندہی فرمائی۔

مسٹر سکول فیلڈ نے دوران خطاب عیسائیوں کے

بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دُعا بھی پیش کی۔

"اے ہمارے پیارے خدا ان کو اس مخلوق پرستی کے اثر سے رہائی بخش۔ اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو اس زمانہ کے لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں ان کانٹوں میں سے زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے ان کو سیراب کر۔ کیونکہ سب نجات تیری معرفت اور تیری محبت میں ہے۔ کسی انسان کے خون میں نجات نہیں۔ اے رحیم کریم خدا! ان کی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گذر گیا ہے۔ اب ان پر تو رحم کر اور ان کی آنکھیں کھول دے۔ اے قادر اور رحیم خدا! سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش اور صلیب اور خونِ مسیح کے خیالات سے ان کو بچا لے۔ اے قادر کریم خدا! ان کے لئے میری دعائیں لے اور آسمان سے ان کے دلوں پر ایک نور نازل کر تا وہ تجھے دیکھ لیں"۔ ......

اپنا مقالہ جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا۔ یہ مان لینا کہ مسیح صلیب سے بچ گئے تھے ایک بڑی مبارک بات ہے کیونکہ اس میں خدا کی ہستی کا ایک زبردست ثبوت پایا جاتا ہے کہ خدا نے آپ کی حفاظت کی اور آپ کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے عدم ایمان کی وجہ سے دردناک مصائب اور تکالیف برداشت کیں خدا کی وجہ سے نہیں۔

آپ نے مزید کہا۔ آج صلیب عیسائیت کا نشان ہے اور مسیح کی مصلوب شبیہہ تمام دنیا کے گرجاؤں میں نمایاں طور پر آویزاں ہے۔ یہ ایک قابلِ افسوس بات ہے کیونکہ اگرچہ صلیب پر مسیح کی مفروضہ موت ایک شخصِ واحد کے اپنے زمانہ کی برائیوں کے خلاف جہاد اور اس شخصِ واحد کے پیغام کی صدیوں پر برتری کی مظہر ہے لیکن یہ اس کی شکست اور خیر پر شر۔ علم پر جہالت۔ نیکی پر گناہ کے غلبہ کی بھی مظہر ہے۔ مسیح کی صلیبی موت ہمیں مجرم ٹھہراتی ہے جبکہ مسیح کی صلیبی موت سے نجات ہمارے لئے امید کا پیغام ہے۔

جناب سکول فیلڈ کے مقالہ کے بعد امام مسجد فضل لنڈن اور کنوینر کانفرنس جناب بشیر احمد خاں صاحب رفیق نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی جو تمام شرکاء کانفرنس نے متفقہ طور پر منظور کی۔

"مندوبین بین الاقوامی کانفرنس "مسیح کی صلیبی موت سے نجات" حکومتِ بھارت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ سرینگر کشمیر کے محلہ خانیار میں واقع "روضہ بل" کو ایک تاریخی اہمیت کا مذہبی مقام قرار دے۔ جماعت احمدیہ کے اراکین یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ خدا کے ایک برگزیدہ نبی مسیح ناصری کا مزار ہے ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ اس کی حفاظت اور زیبائش کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ضروری مرمت اور از سرِ نو تزئین کے کام کو فوری طور پر شروع کیا جائے۔ تاکہ مقبرہ اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہو جائے۔

اس قرارداد کی ایک نقل اقوامِ متحدہ کے ادارہ UNESCO کو اس درخواست کے ساتھ بھجوائی جائے۔ کہ وہ حکومت ہندوستان کو اس سلسلے میں ہر قسم کی امداد فراہم کرے"۔

تیسرا دن

۲۰ جون ——— بروز اتوار

کانفرنس کا تیسرا روز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے خطاب کے لئے مخصوص تھا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد حضور ایدہ اللہ نے تشہد و تعوذ کے ساتھ اپنے خطاب کا آغاز فرمایا حضور کے خطاب کا ملخص اپنے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ اس کانفرنس کا موضوع بڑی وسعت کا حامل ہے اور اس کے کئی پہلو ہیں۔ آپ نے اس بنیادی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کے بارہ میں کئی زاویۂ نگاہ سے آراء سنیں۔ میں آپ کی توجہ بعض ایسے بنیادی امور کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جن سے اس مسئلہ کو صحیح پس منظر میں دیکھکر درست نتیجہ تک پہنچنے میں مدد ملے گی۔

آپ نے فرمایا۔ کائنات کی بنیادی حقیقت توحید باری تعالےٰ ہے۔ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ کوئی چیز یا کوئی شخص اس جیسا نہیں۔ خدا تعالےٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا اور بے مثل ہے اس کی ذات وصفات ازلی۔ ابدی اور غیر متبدل ہیں اس کا علم ہر ظاہر و باطن کا احاطہ کئے ہوئے ہے وہ ہر چیز کے اندرونہ اور ہر دو سے واقف ہے۔ خدا کا علم لامحدود ہے۔ اور کسی معلم کا محتاج نہیں جبکہ انسان کا علم محدود اور استاد کا رہین منت ہے۔

خدا تعالےٰ اپنے نیک بندوں پر اپنا وجود ظاہر کرتا ہے مگر اس کی کوئی شکل وصورت نہیں۔ خدا تعالےٰ جامع جمیع صفات حسنہ ہے۔ وہ تمام خوبیوں کو ظاہر کرنیوالا ہے۔ وہ منبع ہے تمام خیر کا اور سرچشمہ ہے تمام قوتوں کا۔ وہ ہر شئے کا خالق اور ہر چیز کا مالک ہے۔ تمام برکتیں اس سے جاری ہوتی ہیں۔ اور وہ ہر شئے کی تعیین کرتا ہے۔ ہر چیز کے ساتھ اس کا ایک ذاتی تعلق ہے۔ وہ حیّ و قیوم ہے وہ متصف ہے تمام کمالات سے اور مبرّا ہے تمام عیوب اور نقائص سے۔ وہ اکیلا عبادت کئے جانے کے لائق ہے۔

حضور نے فرمایا۔ انسان اپنی مرضی سے اس دنیا میں نہیں آیا اور نہ ہی وہ اپنے ارادہ سے اس دنیا کو چھوڑ سکتا ہے اور اسی لئے وہ اپنی زندگی کا مقصود متعیّن نہیں کر سکتا۔ اس کی تعیین صرف وہی کر سکتا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اس نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:۔

"میں نے انسانوں کو اس لئے پیدا
کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں" (۵۷)

انسان کو کہا گیا ہے وہ خدا کی عبادت کرے۔ مجبوراً نہیں بلکہ اپنی رضا سے۔ اور اس بات کے اہل بنانے کے لئے خدا تعالےٰ نے انسان کو دو بنیادی قوتیں عطا کی ہیں۔ ایک طاقت اسے یہ دی گئی ہے کہ وہ اپنے سفلی جذبات کو دبا کر گناہ سے بچ سکے۔ اور دوسری طاقت یہ کہ وہ خدا کی محبت میں اس قدر گم ہو جائے کہ غیر اللہ سے کلی انقطاع کر لے اور ان دونوں بنیادی قوتوں کی صحیح نشوونما کے لئے خدا تعالےٰ نے آسمانی ہدایت اور شریعت نازل فرمائی ہے۔

خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔ عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے

انسان کی محبت میں اس کو نجات دینے کے لئے تمام بنی نوع انسان کے گناہ اپنے بیٹے عیسیٰ کے ذمے ڈال دیئے اور صلیبی موت دے کر اسے لعنتی ٹھہرایا۔ اور بعض کے نزدیک انسانی گناہوں کے عوض وہ تین دن اور تین رات دوزخ میں رہا۔ اور اس طرح اپنے ماننے والوں کی نجات کا باعث بنا۔ کلیسیا نے اس طریق سے خدا تعالیٰ کی صفات عدل اور رحم میں مفروضہ تضاد دور کرنے کی راہ نکالی ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ عقیدہ ہر نقطۂ نظر سے غلط اور خلافِ عقل ہے۔ اگر انصاف کی رُو سے دیکھا جائے تو ایک بے گناہ کو جرم کے بدلے سزا دینا صریحاً بے انصافی ہے۔ روحانی اعتبار سے گناہ خدا اور اس کے احکام سے روگردانی کے نتیجہ میں خدا کی محبت سے محروم ہونے کا نام ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ انسان ابن اللہ کو اللہ کی محبت اور تابعداری سے محروم کر کے خدا کی محبت حاصل کر لے۔

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ خدا کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان تمام بدیوں کو چھوڑ دے اور یہ تبھی ممکن ہے جب انسانی روح خدا کے مقام اور اس کی عظمت کو پہچان کر اس کا تقویٰ اختیار کرے۔ خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان خود کو اس کی محبت میں گم کر کے ایک نئی اور پاک زندگی حاصل کرے۔ انسانیت کا مقصود و منتہیٰ اور اس کی معراج خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب کا حصول ہے اور اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی کامل معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کی محبت پیدا ہو سکتی ہے۔ جسے کامل معرفت عطا ہوتی ہے اسے ہی کامل محبت اور کامل خشیت نصیب ہوتی ہے۔

انسان کی خدا سے سچی محبت الٰہی محبت کو کھینچتی ہے اور خدا کا حقیقی عاشق بعض دفعہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے ایسی سچی اور کامل محبت خدا کے غضب اور جہنم کی آگ کے ساتھ یکجا نہیں ہو سکتی۔ کامل محبت کرنے والا خدا کی نافرمانی اور ناراضگی کو ایک زہر یقین کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں کسی گناہ یا نافرمانی کے نتیجہ میں اس کا محبوب اس سے ناراض نہ ہو جائے۔

اس طرح خدا سے کامل محبت اور دل میں کامل خشیت رکھنے والا ہر قسم کے گناہ سے بچایا جاتا ہے۔ کیونکہ گناہ بے خوفی اور جرأت کا نتیجہ ہے۔ یہ حقیقی نجات ہے اور اس نجات کے لئے ہم کسی خون کی قربانی یا صلیبی موت کے محتاج نہیں۔ اور نہ ہی اس کے لئے کسی کفّارہ کی ضرورت ہے۔ ہاں! اس کے لئے ایک قربانی کی ضرورت ہے اور وہ ہے نفس کی قربانی۔ اور یہ قربانی مطالبہ کرتی ہے کہ ہم اپنے فطرتی قویٰ کی نشوونما اس یگانہ اور سچے خدا کی ہدایت کے مطابق کریں جو ہماری فطرت کا خالق ہے

حضور نے فرمایا۔ خدا منبع ہے تمام حسن اور تمام نور کا۔ اس کی رحمت بے پایاں ہے اس کی نعمتوں اور احسانات کا کوئی شمار نہیں۔ اس کا حُسن اور احسان ہر دل پر اس صداقت کو روشن کر دیتا ہے کہ ہر حقیقی مسرت خدا میں پائی جاتی ہے اور اس سے دوری جہنم ہے اور اسی لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ سچی معرفت اور نافرمانی ایک ہی دل میں جمع ہو سکیں

نجات سے مراد صرف گناہ کی سزا سے بچ جانا نہیں بلکہ نجات کا مطلب اس روحانی خوشحالی کا حصول ہے جس کے لئے انسانی فطرت سرگرداں رہتی

ہے۔ اور یہ روحانی خوشحالی صرف خدا کی کامل محبت اور کامل خشیت اور خدا کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کرنے سے ہی مل سکتی ہے۔

عیسائی عقیدہ کہ صفات عدل اور رحم میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے کفارہ ضروری ہے' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اگر غور کیا جائے تو رحم اور عدل میں کوئی تضاد نہیں ہے انصاف اور عدل یہ ہے کہ انسانی حقوق کی حفاظت کی جائے اور اگر ایک شخص دوسرے کا حق تلف کرے تو مظلوم کو اس کا حق دلایا جائے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اسے مناسب بدلہ دلایا جائے۔ اور ظالم کو سزا دی جائے تا امن و امان بحال رہے اور جرم کا خاتمہ ہو۔

انصاف نتیجہ ہے عقل اور تنظیم Regulation کا اور نظریہ عدل میں الٰہی قانون کا نظریہ مضمر ہے۔ اور الٰہی قانون ہی لوگوں کے حقوق قائم کرتا ہے اس طرح جو بھی خدائی قانون کو توڑتا ہے وہ عدل سے دور ہو جاتا اور خدا کی نظر میں مجرم ٹھہرتا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ قیامت کے دن کسی مجرم کو سزا دینے کے لئے خدا سے مطالبہ کرنا کسی مظلوم کا حق نہیں ہے اگر اپنے بھائی کے خلاف جرم کرنے والے شخص کو خدا تعالیٰ معاف کر دے اور دوسری طرف مظلوم کو دنیاوی اقدار کے مطابق مناسب بدلہ عطا فرما دے تو عقلاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انصاف کے تقاضے اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک مجرم کو جہنم میں نہ ڈالا جائے۔

حضور نے فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بغیر کسی استحقاق کے محض اپنے فضل اور رحم سے اقوام عالم کو ان کی خیر و بھلائی کی خاطر اپنی شریعت اور ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور رحمت خداوندی کے نتیجہ میں الٰہی شریعت نے ان کے باہمی تعلقات کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی ہے۔ گویا عدل و انصاف نتیجہ ہیں خدا کی رحمت کا اور انسانی بھلائی کے اس چشمہ کا اصل منبع خدا کی رحمت ہے۔ اگر خدا کا رحم نہ ہوتا اور شریعت اور ہدایت نازل نہ ہوتی اور انسانوں کے حقوق متعین نہ کئے جاتے تو انصاف اور ظلم کے نظریات بھی جنم نہ لیتے۔

اس لئے یہ نظریہ کہ کفارہ کے بغیر خدائی عدل و انصاف ادھورا رہ جاتا ہے بے معنی ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ چونکہ انصاف سزا کا تقاضا کرتا ہے اور رحم عفو و درگزر کا اس لئے خدا کی ذات میں عدل اور رحم دونوں صفات کا اجتماع ممکن نہیں حقیقت یہ ہے کہ خدائی عدل خدا کے رحم کا ہی ایک پہلو ہے کیونکہ یہ انسان کے فائدہ کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ خدا کا قانون جس سے نظریہ انصاف جنم لیتا ہے انسانوں کے باہمی مساویانہ حقوق قائم کرتا ہے اور یہ تمام حقوق خدا نے قائم فرمائے ہیں تاکہ امن قائم رہے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کے حقوق تلف کر کے فساد برپا نہ کرے۔ تمام حقوق و فرائض اور جزا سزا جن کا تعلق انسانی جان مال اور عزت سے ہے خدا تعالیٰ کے رحم کے مظہر ہیں۔

اناجیل یہ نہیں کہتیں کہ چوری۔ خیانت۔ ڈاکہ۔ قتل اور جھوٹی گواہی دینا مسیح کے کفارہ کے نتیجہ میں جائز ہو گئے ہیں اور ان کی سزائیں ختم کر دی گئی

ہیں بلکہ ہر جرم کی سزا مقرر ہے جو آج بھی عدالتوں کے توسط سے لاگو کی جاتی ہیں۔

حضور نے خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ یہ عقیدہ کہ خدا اپنی لامحدود رحمت کے نتیجہ میں کسی انسان کے محدود دنیاوی اعمال کو لامحدود انعامات سے نواز سکتا ہے اس نظریہ کی کلیتہً تردید کرتا ہے کہ انسان کی نجات کے لئے کسی کو لعنتی ٹھہرایا جائے۔

حضور نے فرمایا۔ بائیبل میں بار بار توحید باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ نبی کے بعد نبی آئے تا خدا کی توحید قائم ہو۔ بنی اسرائیل کے کسی ایک نبی نے بھی یہ نہیں کہا کہ خدا کا کوئی شریک بھی ہے۔ بائیبل کے محاورہ میں بہت سے لوگوں کو "خداوند" یا "ابن اللہ" کہا گیا ہے۔ اگر عیسٰے کو بھی ابن اللہ کہا گیا ہے تو اس کا درجہ اُن دوسرے لوگوں سے بلند نہیں ہو جاتا۔

حضور نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے وہ خود قائم ہے اور دوسری ہر چیز اس کی قدرت سے قائم ہے۔ اگر اس کی قدرت و مشیت کام نہ کرے تو یہ کائنات تہ و بالا ہو جائے یہ عظیم ہستی تمام خوبیوں کی جامع ہے اور ہر نقص، خطا اور کمزوری سے مبرّا ہے نہ اسے موت آسکتی ہے نہ اسے مارا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے صلیب دی جا سکتی ہے

قرآن کریم یہ اعلان کرکے کہ مسیح کو صلیب سے نجات دی گئی اور وہ صلیب پر لعنتی موت سے بچا لیا گیا ایک صداقت کی تصدیق کرتا ہے اور بائیبل بھی اس صداقت کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ مسیح نے اپنے آپ کو یونس نبی سے تشبیہہ دی تھی۔ اور ہر عیسائی یہ بات جانتا ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں فوت نہیں ہوئے تھے۔ اگر مسیح قبر میں مردہ تھے تو مسیح اور یونس میں کیا مشابہت ہوئی؟ اسی طرح یہ بھی ایک معروف بات ہے کہ صلیب سے بچائے جانے کے بعد مسیح نے حواریوں کو اپنے زخم دکھائے تھے۔ اگر مسیح کو ایک نئی آسمانی زندگی عطا ہوئی تھی تو اس کے آسمانی وجود پر اس دنیاوی زندگی کے زخم کیسے نظر آ گئے؟

مسیح کی خدائی کے عقیدہ کی بنیاد مفروضات پر ہے اور وقت آرہا ہے بلکہ آگیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ ان قصوں کو حقیر ذرّوں کی طرح اُڑا دے گا۔

مسیح علیہ السلام خدا کے رسول اور ایک برگزیدہ انسان تھے۔ اور یہ کتنی بے انصافی کی انتہاء ہے کہ خدا کا یہ برگزیدہ بندہ صلیب پر لٹکایا گیا اور لعنتی موت مرا۔ خدا کے برگزیدہ بندے اور اسکے محبوب رسول جو خود کو خدا کی محبت میں گم کرکے اس فانی زندگی سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ایک نئی اور پاکیزہ زندگی ان کو ملتی ہے ان کو یہ برکت عطا کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کو لعنت کے داغ سے پاک کریں۔ وہ خود لعنتی نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ ان کو صلیب پر چڑھایا جا سکتا ہے لیکن اگر صلیبی موت حقیقت میں لعنتی موت ہے تو یہ لازمی ہے کہ خدا کے ایسے برگزیدہ بندوں کو ایسی موت سے بچایا جائے اور اس داغ سے ان کی حفاظت کی جائے۔

یہ ایک عام فہم بات ہے کہ نظریہ لعنت کا تعلق دل سے ہے۔ اور ایک شخص اس وقت لعنتی ٹھہرتا ہے جب حقیقت میں اس کا دل [illegible] اور خدا سے اعراض کرے۔ اور خدا کی رحمت [illegible]

اور اس کی محبت سے خالی اور اس کی معرفت سے عاری ہو جائے اور شیطان کی طرح کور چشم ہو جائے اور باطل کے زہر سے بھر جائے اور خدا کی محبت اور اس کی معرفت کی ایک کرن بھی اس میں نہ رہے اور خدا کے ساتھ تمام تعلق منقطع کر کے خود کو خدا کی دشمنی اور حسد اور بیزاری سے پُر کر لے یہاں تک کہ خدا اس کا دشمن ہو جائے اور اس سے بیزار ہو جائے اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ یہ امر واضح ہے کہ نظریہ لعنت اس قدر ناپاک اور گندہ ہے کہ خدا کے کسی برگزیدہ بندے پر جس کا دل خدا کی محبت سے بھرا ہوا ہو اس کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

حضور نے فرمایا۔ عیسائیوں نے اس نظریہ کی ایجاد کے وقت اس کے اصل معنوں پر غور نہیں کیا ورنہ وہ مسیح علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کے لئے یہ الفاظ استعمال نہ کرتے۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی وقت مسیح علیہ السلام کا دل حقیقت میں خدا کی طرف جھکا ہوا نہ تھا۔ اور خدا کا منکر اور اس سے بیزار اور اس کا دشمن بن گیا تھا؟ کیا ہم ایسا تصور بھی کر سکتے ہیں کہ مسیح کفر اور انکار کی ظلمت میں پھنسے ہوں؟ ایسا تصور نہ صرف مسیح علیہ السلام کے مقام نبوت و رسالت کے خلاف ہے بلکہ آپ کے دعویٰ تقدس و پاکیزگی کے برعکس اور محبت و معرفت الٰہی کے بھی خلاف ہے جس کا ذکر متعدد بار اناجیل میں آتا ہے۔

اناجیل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس دنیا کا نور اور ہادی قرار دیا تھا۔ اور دعویٰ کیا تھا کہ آپ کا خدا سے ایک مضبوط رشتہ محبت قائم ہے۔ خدا نے آپ کی پیدائش کو بابرکت اور آپ کو اپنا محبوب فرزند قرار دیا۔ پھر کس طرح لعنت کے ناپاک نظریہ کا اطلاق آپ کے دل پر کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ اور صلیبی موت کے بد نتائج سے آپ کو بچا لیا گیا تھا۔ اور آپ کا قلب مطہر لعنت کے داغ سے کلیتہً محفوظ رہا۔ نہ ہی آپ دوبارہ زندہ کئے گئے اور نہ مادی طور پر آپ کا رفع الی السماء ہوا۔ کیونکہ یہ تمام ایک ہی ناپاک زنجیر کی کڑیاں ہیں۔

اناجیل کے مطالعہ سے بعض اور شواہد بھی سامنے آتے ہیں جن سے مسیح کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کی تردید ہوتی ہے۔ یہاں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ معروف بات ہے کہ پیلاطوس نے مسیح کو بے قصور قرار دیا۔ اس کی بیوی کو خواب میں تنبیہہ کی گئی کہ مسیح کو تکلیف نہ دی جائے پیلاطوس کا ایسا انتظام کرنا کہ مسیح کو جمعہ کی شام کو غروب آفتاب سے صرف چند گھنٹے قبل تک صلیب پر نہ لٹکایا جائے اس کے بعد آندھی اور طوفان کے آنے کے باعث مسیح کو غروب آفتاب سے بھی پہلے صلیب پر سے اتار لیا جانا اور ہڈیوں کا نہ توڑا جانا۔ ان حالات میں ایک صحت مند ۳۳ سالہ مضبوط نوجوان جو کسی برائی میں ملوث بھی نہ ہو کس طرح اتنے تھوڑے وقت میں جان دے سکتا ہے۔ آپ بیہوش ضرور ہوئے۔ اور بیہوشی کی حالت میں ہی آپ کو صلیب پر سے اتارا گیا۔ اور آپ کے زخموں کا علاج ایک مرہم سے کیا گیا جو حواریوں نے خدائی پیشگوئیوں کے تحت تیار کی ہوئی تھی اور جو اس وقت سے مرہم عیسیٰ مشہور ہے آپ کے جسم کو

چودہ فٹ تین انچ لمبے اور چار فٹ سات انچ چوڑے
کپڑے میں لپیٹ کر ایک ہوادار کمرے میں رکھا گیا اور
اس طرح آپ کی تیمارداری کی گئی کہ باوجود شدید جسمانی
تکلیف اور تازہ زخموں کے آپ جلد ہی چلنے پھرنے
کے قابل ہو گئے۔

حضور نے فرمایا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ واقعہ
صلیب سے قبل کسی بھی طبی کتاب میں مرہم عیسیٰ کا ذکر
نہیں ملتا۔ لیکن اس واقعہ کے بعد کی ایک ہزار سے
زائد مستند طبی کتب میں اس وضاحت کے ساتھ اس
مرہم کا ذکر ملتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے
تیار کی گئی تھی۔ ان کتب کے مصنفین مختلف مذاہب
اور فرقوں سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ لاکھوں لوگوں نے
یہ کتب پڑھی ہیں۔ عیسائی دنیا صدیوں سے اس مرہم
سے واقف ہے اور اسے استعمال کر رہی ہے اور اس طرح
اس بات کی شاہد ہے کہ یہ مرہم مسیح کے جسم کے لئے تیار
کی گئی تھی۔

مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی شہادت ہے
کہ واقعہ صلیب کے چند دن بعد انہوں نے مسیح کے جسم
پر زخموں کے نشان دیکھے۔ انہوں نے مسیح کا مادی
جسم ہی دیکھا کسی آسمانی وجود کا مشاہدہ نہیں کیا۔
پھر مسیح کے شاگردوں کی گواہی ہے کہ گلیل
جاتے ہوئے چند میل تک مسیح نے ان کے ساتھ سفر کیا
اور ان کی درخواست پر آپ نے ان کے ساتھ عمواس
میں رات گذاری اور مسیح نے ان سے کھانا مانگا اور
مچھلی اور شہد کھایا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ
اس وقت اپنے مادی جسم میں تھے نہ کہ آسمانی جسم میں۔
اس طرح واقعہ صلیب کے بعد مسیح علیہ السلام جب
بھی ہمیں نظر آتے ہیں اپنے مادی جسم کی ضروریات کے ساتھ
مثلاً کھانا کھاتے پانی پیتے۔ سوتے ہوئے یا سفر کرتے نظر
آتے ہیں۔ اور یہ تمام باتیں اس امر کی تردید کرتی ہیں
کہ آپ نے اپنا مادی جسم چھوڑ کر کوئی آسمانی یا روحانی
جسم اختیار کیا ہو۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ایک ایسے
لافانی اور پاکیزہ جسم کو اختیار کر لینے کے بعد جو فانی
جسم کی تمام ضروریات سے مستغنی ہو اور جس کے ساتھ
آپ نے خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھنا ہو اور جو ہر داغ
اور درد اور نقص سے مبرا اور خدائی نور سے منور
ہو۔ آپ کے جسم پر زخموں کے نشانات کس طرح موجود
رہ سکتے ہیں۔ کہ آپ تمام انسانی جسم کی طرح درد بھی محسوس
کریں اور دیگر انسانی ضروریات کے بھی محتاج ہوں۔
یہ بات ظاہر ہے کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے
اور نہ ہی آپ کو ایک پاکیزہ آسمانی جسم دیا گیا تھا۔
بلکہ آپ صلیب پر صرف بے ہوش ہوئے تھے اور بظاہر
ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آپ وفات پا گئے ہوں۔
مسیح کا یہ کہنا کہ "لیکن میں اپنے جی اٹھنے کے
بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤں گا" (متی ۲۶/۳۲)
کسی طور بھی آپ کے صلیب سے بچائے جانے کے
خلاف نہیں۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ایک آدمی
جو صلیب پر چڑھایا گیا ہو اور بیہوش ہو کر مُردوں
سے مشابہت رکھتا ہو۔ دوبارہ ہوش میں آنے پر
اس طرح محسوس کرے۔ گویا وہ دوبارہ جی اٹھا ہے
اس سیاق و سباق میں "دوبارہ جی اٹھنے" کے
الفاظ سے مراد مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا نہیں۔
ہاں یہ ضرور ہے کہ مسیح کی صلیب سے نجات کوئی معمولی
واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک عظیم معجزہ ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ قرآن کریم کے نزدیک یہود اور عیسائی دونوں ہی یہ پختہ یقین اور اعتقاد نہیں رکھتے تھے کہ مسیح صلیب پر فوت ہو گئے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ صلیب سے اتارے جانے کے وقت یہود اور عیسائی دونوں نے یہ فرض کر لیا کہ آپ صلیب پر فوت ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس اس بات کا حتمی یقین کر لینے کے لئے کوئی ثبوت نہ تھے اور اب جو شہادات سامنے آئی ہیں اُن سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے تھے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت ان تمام شواہد اور دلائل کو اب تک پوشیدہ رکھا تا ان کو مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں ظاہر کرے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل اقتباس بہت اہمیت کا حامل ہے:۔

"یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اس کی نسبت ابتداء سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو۔ کیونکہ خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو۔ اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔۔ اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائیگی لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے۔ بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے یہی مفہوم اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔ پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے کیونکہ خدا کا مسیح آگیا۔ اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمروں میں ہمت پیدا ہو اور اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائیگا اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔ مبارک وہ جو اس روشنی سے حصہ لے اور کیا ہی سعادت مند وہ شخص ہے جو اس نور سے کچھ پاوے"

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۶۲ - ۶۳)

حضور نے فرمایا۔ یہ بات بیان کرنا ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کے نزدیک ٹورین کا مقدس کفن کوئی خصوصی

اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ صحیح ہے کہ یہ کتانی کپڑا عیسائی دنیا نے نہایت احتیاط اور تعظیم کے ساتھ صدیوں سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ یا تو یہ اصلی کتانی کپڑا ہے جس میں مسیح علیہ السلام کے جسم کو مرہم عیسیٰ لگائے جانے کے بعد لپیٹا گیا تھا اور یا یہ جعلی ہے۔ اس بات کا فیصلہ کرنا عیسائی دنیا کا کام ہے۔ کہ یہ اصلی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اصلی نہیں تو اس کو اتنی اہمیت کیوں دی جاتی رہی ہے، اور اس کی اتنی تعظیم کیوں کی جاتی رہی ہے۔ اور اگر یہ اصلی ہے تو مسیح کو زندہ صلیب پر سے اتارے جانے کی تائید کرتا ہے مگر یہ شہادت کوئی بنیادی اہمیت کی حامل نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ تائیدی اہمیت رکھتی ہے۔ اگر یہ اصلی کپڑا گم بھی ہو جاتا تو مسیح کی صلیبی موت سے نجات کے دیگر اہم ترین ثبوت و شواہد میں کچھ کمی نہ آتی جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صلیب سے اتارے جانے اور اپنی صحت یابی کے بعد مسیح علیہ السلام ایک لمبے عرصہ تک اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی دعوت و اصلاح میں مصروف رہے۔ یہ قبائل آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تعلیمات کے ذریعہ ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا علم ہوا اور انہوں نے آپ کو پہچان کر اسلام قبول کیا۔

اس طرح مقدس کفن مسیح کے صلیب سے بچائے جانے کی زنجیر شہادت کی گمشدہ کڑی نہیں ہے۔ اگر یہ کفن جعلی ہے تو عیسائی اس کو ناواجب تعظیم دینے کے ذمہ دار ہیں۔ اگر یہ اصلی ہے تو یہ ہمارے نظریہ کی تائید میں مزید تائیدی گواہ ہے۔ اس کے جعلی ہونے کی صورت میں اس واقعہ کے بارے میں ہمارے علم میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔

حضور ایدہ اللہ نے انبیاء بھیجنے کے خدائی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ نبی کے آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ جن لوگوں کی طرف وہ مبعوث کیا گیا ہے ان کو ان کی گندی زندگی سے نجات دلائی جائے اور اس نبی کی تعلیم پر عمل کر کے وہ خدائے واحد و یگانہ کا قرب اور اس کی محبت حاصل کر سکیں۔ مسیح علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسیح کے ظہور کے وقت اسرائیل کے صرف دو قبائل فلسطین میں رہتے تھے بارہ میں سے دس قبائل عراق ایران۔ افغانستان۔ ہندوستان اور کشمیر میں پھیلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی یہودی آبادیاں کشمیر میں قائم تھیں۔ وہ گمشدہ تھے کیونکہ وہ اپنے اصلی وطن سے باہر تھے اور اس لحاظ سے بھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت چھوڑ چکے تھے۔ اور بہت سے ان میں سے بدھ مت کے پیرو یا بت پرست ہندو بن چکے تھے۔

حضور نے فرمایا۔ مسیح علیہ السلام کی بعثت کے دو بڑے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ تھا کہ آپ اسرائیل کے گھرانے کی گمشدہ بھیڑوں کو دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر قائم کریں۔ مسیح علیہ السلام نے اپنے اس مشن میں زبردست کامیابی حاصل کی اور یہ ان دس قبائل کی خوش قسمتی تھی کہ وہ مسیح کی نبوت پر ایمان لائے۔ اور توحید باری تعالےٰ کا اقرار کیا۔

مسیح علیہ السلام امت موسویہ کے آخری نبی تھے اور آپ کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی اور نبی نہیں آنا تھا۔ بلکہ نبوت اسرائیل کے گھرانے سے نکل کر اسمٰعیل کے گھرانے میں جانی تھی اور ہو سکتا تھا کہ بنی اسرائیل اپنی بد قسمتی سے اس نبی کو قبول کرنے سے انکار

کر دیتے جس کا ذکر تورات میں "وہ نبی" کے لقب سے کیا گیا ہے۔ مسیح کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے ذہنوں کو اس نبی کی قبولیت کے لئے تیار کریں۔ جس نے آخری اور کامل شریعت لانا تھی۔ اور جس کا آنا خدا کا آنا تھا۔

حضور نے فرمایا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسرائیل کے گمشدہ قبائل نے مسیح کو قبول کیا اور اسی طرح ان میں سے تقریباً سب نے جو ان ممالک میں آباد تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا اور تورات کی زبان میں آگ اور روح القدس سے بپتسمہ لیا اور اس طرح مسیح اپنی بعثت کے اس مقصد کے حصول میں بھی کامیاب ہوئے۔

حضور نے اس خدائی قانون کا حوالہ دیا کہ جو نبی کسی خاص مقصد کے لئے مبعوث کئے جائیں وہ اس مقصد کے حصول یا اس کے حصول کے انتظامات کرنے سے قبل وفات نہیں پا سکتے۔ اور فرمایا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے مسیح کے ارہاص تھے۔ اور جب یوحنا نے مسیح کو بپتسمہ دیا تو انہوں نے اپنی بعثت کے مقصد کو پورا کر لیا۔ اور اس کے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہے جہاں تک مسیح کا تعلق ہے ہمیں واقعہ صلیب سے قبل کسی اہم یا بڑے واقعہ کا پتہ نہیں چلتا۔ اس وقت تک آپ نے اسرائیل کے گمشدہ قبائل سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا تھا اور نہ ہی اس وقت تک آپ نے بنی اسرائیل کے اذہان و قلوب کو "وہ نبی" پر ایمان لانے کے لئے تیار کیا تھا۔ جس کے ظہور کی خبر موسےٰ علیہ السلام اور اسرائیل کے دیگر انبیاء دیتے آئے تھے۔ واقعہ صلیب مسیح علیہ السلام کی نبوت کے تیسرے سال میں ہوا۔ اور یہ مختصر عرصہ مسیح نے نسبتاً گمنامی اور خاموش تبلیغ میں بسر کیا۔ فلسطین کے یہودیوں نے آپ کے پیغام کی طرف بہت کم توجہ کی۔ اگر آپ خدا کے سچے رسول تھے اور بلاشبہ آپ سچے رسول تھے۔ تو آپ صلیب پر فوت نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ابھی تک آپ کو اسرائیل کے گھرانے کی گمشدہ بھیڑوں تک اپنا پیغام پہنچانے کا موقعہ نہیں ملا تھا اور نہ ہی ابھی تک آپ نے کوئی ایسا طریق اختیار کیا تھا جس سے آنیوالی نسلیں "وہ نبی" کو نہ ماننے کی بدقسمتی سے بچ جاتیں۔

قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ کا آنا خود خدا کا آنا قرار دیا گیا ہے (۱۷/۸۲) جس کے ساتھ ہی شیطان نے اپنے لاؤ لشکر سمیت فرار ہونا تھا۔ اور اس جامع اور عالمگیر شریعت کی وجہ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی جانی تھی خدا تعالےٰ نے انبیاء سابقہ سے ایک پختہ عہد لیا تھا۔ کہ وہ اپنے ماننے والوں کو یہ ہدایت کریں گے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں (۳/۸۲) اور یہی وجہ ہے کہ آدم سے لیکر مسیح تک تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظمت کا اعلان کرتے رہے۔

موسیٰ علیہ السلام استثناء باب ۳۳/۲ میں فرماتے ہیں:

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اپنی
قوم پر طلوع ہوا اور وہ کوہ فاران
سے جلوہ گر ہوا۔"

اس سے واضح طور پر پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا کی عظمت اپنے کمال کے ساتھ کوہ فاران پر جلوہ گر ہوگی اور آفتاب صداقت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کوہ فاران سے

طلوع کریگا۔ تورات اشارہ کرتی ہے کہ فاران مکّہ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت اسمٰعیلؑ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد تھے آباد ہوئے تھے اس بات کی تصدیق جغرافیہ کے نقشوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک معروف بات ہے کہ مکّہ میں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا۔ دیکھئے موسٰے علیہ السلام نے کس وضاحت سے تصدیق کی ہے کہ کوہِ فاران سے طلوع ہونے والے آفتابِ صداقت کی شعاعیں سب سے روشن تر اور تابناک ہوں گی۔ اور صداقت کا نور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں اپنے معراج کو پہنچے گا۔

حضور نے فرمایا۔ وقت اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ داؤد، سلیمان، یسعیاہ، یوحنّا اور مسیح علیہم السلام کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیشگوئیوں میں سے چند بھی بیان کی جاسکیں۔ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کی بے پناہ ترقی کا اعتراف کرتے ہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ اس ترقی کے نتیجہ میں تباہی اور بربادی کا خوف بھی ہے۔ خود اپنے ہاتھوں اپنی بربادی سے بچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے دیں۔ اور بت پرستی اور انسان پرستی اور نفس پرستی کو چھوڑ کر اور خدا کے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ ٹھہراتے ہوئے خدائے واحد کے سایۂ رحمت تلے جمع ہوجائیں۔

حضور نے فرمایا۔ مَیں اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑی عاجزی اور پیار کے ساتھ یہ پیغام پہنچاتا ہوں خوش ہو اور خدا کی حمد کے ترانے گاؤ کہ مسیح جس کے ظہور کی خبر صحفِ سابقہ میں اور قرآن کریم میں دی گئی تھی۔ اور جس کے ظہور کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ محمدؐ کا وہ روحانی فرزند ظاہر ہوچکا ہے۔ مَیں جو آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور آپ سے مخاطب ہوں اس کا نائب اور تیسرا خلیفہ ہوں۔ میرے دل میں آپ لوگوں کے لئے سچی ہمدردی اور محبت کا ایک سمندر موجزن ہے۔ مجھے آپ کی تکلیف اور دکھ نے بے چین اور مضطرب کر رکھا ہے۔ آپ کا اصل دکھ اپنے رحمان اور رحیم رب کی معرفت کی کمی ہے۔ میں آپ کو اس سچے واحد خدا کی طرف بلاتا ہوں جس نے ہماری تمام ضروریات ہماری پیدائش سے بھی قبل مہیّا فرمائیں اور ہماری سچی خوشحالی کے سامان پیدا فرمائے۔ اس نے ہمارے قویٰ اور ہماری طاقتوں کی نشو ونما کے لئے تمام ضروری سامان مہیا فرمائے تاکہ اس کے ساتھ زندہ تعلق قائم کرنے میں ہمیں کوئی کمی نہ رہے لیکن ہم نے ناشکرگزاری کا ثبوت دیا اور جو کچھ ہمیں امن اور سکون قائم کرنے کے لئے دیا گیا تھا اس کو ہم نے فساد اور تباہی لانے کے لئے استعمال کیا۔ جو کچھ ہمیں اپنی صحت اور اپنی ذہنی اور اخلاقی اور روحانی سربلندی کے لئے عطا ہوا تھا اس کا ہم نے غلط استعمال کیا اور اس طرح ہم خدا سے دور ہوگئے اور تباہی کے عمیق غاروں میں جا پڑے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم رُک جائیں۔ اور اپنے رب کو پہچان لیں۔ اور اس کی طرف رجوع کریں۔ وہ ہمارے تمام گناہ اور ہماری تمام خطائیں بخش دے گا۔ وہ ہمیں محبت کے ساتھ اپنی طرف اٹھائے گا۔ اور ہمیں اپنی رضا کی جنتوں کی طرف لے جائے گا۔ ہمارے اپنے آنسو اور خدا سے ملنے کے لئے ہمارے دلوں کی تڑپ ہی ہمارا کفارہ ہیں

ہمیں کسی اور کفارہ کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کو خدائے واحد لاشریک کی طرف رجوع کرنے، اور اسی کی اطاعت میں اپنی گردنیں جھکانے کی تلقین کرتا ہوں کہ اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔

میں آپ کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لئے بلاتا ہوں۔ وہ راہیں جن پر چل کر آپ نے اپنے ربّ کو پایا اور جس کے نتیجہ میں آپ کو دونوں جہان کی نعمتیں ملیں۔ ان پر آج بھی آپ کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔ ان نقوشِ پا کی پیروی کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ خدا کی محبّت جیتنے والے ہونگے اور آپ اس کی وہ آواز سننے والے ہونگے جو آپ کو تسلّی دے گی۔

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"

اس فانی دنیا کی غیر حقیقی خوشیوں اور مسرتوں کا مقابلہ خدا کی محبت سے نہیں کیا جا سکتا۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ خدا کی محبت کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔ وہ دروازہ صدیوں سے لاکھوں دستک دینے والوں کے لئے کھولا جا رہا ہے۔ آپ کیوں مایوس ہوتے ہیں کہ یہ آپ کے لئے کھولا نہ جائے گا۔ آگے آئیں۔ اور مسیح موعود کے جانشین کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اسلام قبول کریں۔ کیونکہ اسلام میں ہی آپ کی اور آپ کی آنے والی نسلوں کی بھلائی ہے۔ اگر آپ اس آواز پر دھیان نہ دیں گے تو ایک خطرناک تباہی آپکی منتظر ہے۔ وہی تباہی جس کے متعلق آج سے گیارہ سال قبل میں نے آپ کو خبردار کیا تھا۔

برٹش کونسل آف چرچز کا چیلنج اور اسکا جواب

حضور کے خطاب کے بعد مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب نے برٹش کونسل آف چرچز کا وہ بیان پڑھکر سنایا جو انہوں نے مسیح کی صلیب سے نجات کی بین الاقوامی کانفرنس کے موقعہ پر جاری کیا تھا۔ اس بیان میں برٹش کونسل آف چرچز نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ مستقبل میں احمدی مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان لنڈن میں اور دوسری جگہوں پر اس موضوع پر تبادلِ خیالات کے مواقع پیدا کئے جائیں جس میں خدا کی رحمانیت اور رحیمیت اور مسیح سے متعلق اہم نکات زیرِ بحث لائے جائیں۔

برٹش کونسل آف چرچز کے بیان کے پڑھے جانے کے بعد حضور ایدہ اللہ نے اس کے بارہ میں اپنا بیان پڑھا۔ حضور نے اس بیان میں دیئے گئے چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بیان میں خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کانفرنس کی پبلسٹی سے جذبات مجروح ہوں گے۔ حضور نے فرمایا کہ میں اس موقعہ پر یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اس کانفرنس سے جماعت احمدیہ کا مقصد کسی کے جذبات مجروح کرنا نہیں اور کسی کو اس پر ناراض بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ ساری کانفرنس میں مسیح علیہ السلام کو جنہیں ہم خدا کا ایک سچا رسول اور برگزیدہ پیغمبر مانتے ہیں گہری عقیدت اور عزّت کے ساتھ یاد کیا جاتا رہا ہے۔

حضور نے کونسل آف چرچز کے بیان میں جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمان فرقوں کے اختلافات

کے بارے میں فرمایا۔ مَیں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تمام اسلامی فرقے باوجود اپنے اختلافات کے توحید باری تعالیٰ اور صداقتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاتم الانبیاء اور نبیوں کے سرتاج ہونے پر متفق اور متحد ہیں۔ توحید باری تعالیٰ اور اور نظریہ تثلیث کے بارے میں ہمارے درمیان کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں۔

برٹش کونسل آف چرچز کے بیان کے اس حصّے کا ذکر کرتے ہوئے جس میں کہا گیا تھا کہ ہم لندن کانفرنس کے بارے میں کوئی پبلک تبصرہ کرنے سے اس لئے گریزاں ہیں کہ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ عیسائیت کی طرف سے بھی لبا اوقات دوسرے مذاہب کے بنیادی عقائد کے بارے میں جارحانہ اور منفی حملے ہوتے رہے ہیں اسی قسم کے حملے جیسے بنیادی عیسائی عقائد کے خلاف احمدیوں کی طرف سے کئے جاتے رہے ہیں۔"

حضور ایدہ اللہ نے واضح کیا کہ اگرچہ ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ عیسائیت کی طرف سے دوسرے مذاہب کے بنیادی عقائد کے خلاف جارحانہ اور منفی انداز کے حملے ہوتے رہے ہیں۔ ہم اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ کانفرنس یا کسی اور طریق سے اس احمدیہ عقیدہ کی اشاعت کو کہ مسیح خدا کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔ اور ان کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہیں کرنی چاہیئے جو آپ کے اس بلند مقام کے خلاف ہو کسی طور پر بھی جارحانہ یا منفی انداز کے حملے کا نام دیا جا سکے۔

حضور نے فرمایا۔ برٹش کونسل آف چرچز کا یہ اعتراف کہ مسیح کی صلیبی موت خواہ بظاہر ایک سکینڈل اور خدائی عدل پر دھبہ ہی دکھائی دے" ایک خوشکن اعلان ہے اس بات سے ہمیں یہ امید ہوتی ہے کہ اگر ان سوالات کی حقیقت کی ہمارے عیسائی بھائیوں کے سامنے محبت اور پیار سے وضاحت کی جائے۔ تو وہ اپنے غلط عقائد چھوڑ دینگے۔ اور یہ مان لیں گے کہ مسیح علیہ السلام کی صلیب پر لعنتی موت کا عقیدہ اور یہ عقیدہ کہ ایک بے گناہ کو گناہ گاروں کے جرائم کی سزا دینی سکینڈل یا خدائی انصاف پر بظاہر دھبہ" دکھائی نہیں دیتا بلکہ حقیقت میں ایسا ہی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ہمیں خوشی ہے کہ برٹش کونسل آف چرچز نے اپنی کمیٹی کے توسط سے احمدیہ جماعت کو آپس کے اختلافات کے بارے میں لندن اور دوسری جگہوں پر گفتگو کے لئے بلایا ہے ہم یہ دعوت قبول کرتے ہیں اور اس بات سے متفق ہیں۔ کہ ایسی گفتگو پیار اور محبت کی فضا میں ہونی چاہیئے۔ ہم تجویز کرتے ہیں کہ ایسے مکالمے لندن۔ روم۔ مغربی افریقہ کے ایک دارالحکومت۔ ایک ایشیائی دارالحکومت اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں فریقین کے درمیان طے پا جانے والی تاریخوں اور شرائط پر منعقد کئے جائیں۔

حضور نے مزید فرمایا۔ کہ ہم رومن کیتھولک کلیسیا کے نمائندگان سے بھی اپنے عقائد کے اختلافات کے بارے میں گفتگو کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ خواہ یہ گفتگو علیحدہ علیحدہ کی جائے۔ خواہ دوسرے تمام عیسائی کلیسا بشمول برٹش کونسل آف چرچز کی طرف سے متحد ہو کر کی جائے ؛

(آخر میں امام مسجد لندن اور کانفرنس کے چیرمین جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق نے جماعتہائے احمدیہ انگلستان کی طرف سے اس کانفرنس میں شرکت فرما کر سامعین کو خطاب سے نوازنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا شکریہ ادا کیا - نیز کہا کہ میں ان تمام فاضل مقالہ نگاروں کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس کانفرنس میں اپنے عالمانہ مقالات پیش کئے

انہوں نے کہا مجھے یقین ہے کہ ان مقالات سے لوگوں کی توجہ اس بنیادی مسئلہ کی طرف مبذول ہوگی اور وہ اس عظیم نبی مسیح علیہ السلام سے متعلق اس راز سے پردہ اٹھانے کے لئے تحقیق کی طرف متوجہ ہوں گے -

انہوں نے کہا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ مسیح کی زندگی اور وفات کے بارے میں بے بنیاد قیاس آرائیاں اور جھوٹے قصے ختم ہو جائیں گے اور اس کی زندگی کے سچے واقعات کے بارے میں ایک ایسا رجحان پیدا ہوگا - جو حقیقت پر مبنی اور عقل و فہم کے معیار پر پورا ہو -

ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ لوگوں کے دل کو کھولے اور حق و صداقت کو قبول کرنے کی توفیق بخشے (آمین)

اس موقع پر میں ان تمام سامعین کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو دنیا کے دور دراز ملکوں سے اس کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور جنہوں نے اس کانفرنس کو کامیاب بنایا -

میں ان رضا کاروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے مہمانوں کے آرام و آسائش کے لئے دن رات کام کیا -

میں کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ کے تعاون اور امداد کا بھی شکر گزار ہوں جو انہوں نے اس کانفرنس کے سلسلہ میں کی ہے -

خواتین و حضرات! میں آپ سب کا شکر گزار ہوں -

اس کے ساتھ ہی یہ عظیم الشان اور بابرکت کانفرنس نہایت خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی -

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

اعلان

لندن کی بین الاقوامی کانفرنس "مسیح کی صلیب سے نجات" کی مفصل روداد پر مشتمل یہ شمارہ بطور ضمیمہ ماہ جون شائع کیا جا رہا ہے انشاء اللہ آئندہ جولائی و اگست ۱۹۷۸ء کا شمارہ اکٹھا شائع ہوگا قارئین کرام مطلع رہیں - (ادارہ)

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تمام مجالس مطلع رہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" جون اور جولائی دونوں ماہ کے لئے مقرر ہے - مجالس مطلوبہ کتب مرکز سے منگوا کر زیادہ سے زیادہ خدام کو مطالعہ کرائیں - جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

آپ کے راھنما
یوسی ایف
سرمایہ کاری کے ماھر
روشن مستقبل کے ضامن
یونائیٹڈ کمرشل فنانس لمیٹڈ
UCF
آپ کے سرمائے کے محافظ

Monthly KHALID Rabwah
JUNE 1978 Editor : HAFIZ MUZAFFAR AHMAD Regd. No. L583

قبرِ مسیحؑ کے دو مناظر

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا